چاچا نہرو امر ہے

CHACHA NEHRU AMAR HAI



چاچا نہرو امر ہے

از:- بنسی نردوش

پبلیشرز:-
سنٹرل اسٹیشنری مارٹ حبہ کدل
سرینگر
قیمت:- تین روپے

پیش لفظ

بنسی نردوش نے یہ کتاب اُس کے بیان کے مطابق لڑکو

اور لڑکیوں اور ناخواندہ بالغوں کے لیے لکھی ہے۔ جواہر لال کی شخصیت

پر یہ ایک اچھا مطالعہ پیش کرتی ہے، اور کافی محنت سے لکھی گئی

ہے۔ میں نے اس کتاب کو دلچسپی سے پڑھا ہے اور اس بات پر

خوشی محسوس کی ہے کہ میرے ایک ہونہار شاگرد نے جواہر لال کی

زندگی اور کارناموں کو اچھے پیرایہ میں بیان کر کے حق ادا کیا ہے،

چھوٹے لڑکوں کے لئے تو یہ کتاب ہے ہی، مگر بڑوں کے لئے

بھی اِس میں کافی مواد اور دلچسپیاں ہیں۔

دیناناتھ نادم

"چاچا نہرو امر ہے" یہ آواز ہمارے ملک میں ہر جگہ گونجتی رہی ہے اور سدا گونجتی رہے گی کیونکہ ہمیشہ رہنے والی یہ یاد اُس عظیم ہستی کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے جس کے تصورات کی روشنی نے ہمارا راستہ روشن کر دیا۔ جس نے امن، جمہوریت، برادرانہ تعاون اور قومی آزادی کے تحفظ کے راستے میں ہندوستانی عوام کو نئی کامیابیوں کی ضمانت دی۔ عوام کو اُن کی اپنی زبردست تخلیقی طاقت کا احساس دلایا، اور اِن کی خدمت کرنے کو اپنی تمام تر سرگرمیوں کا مقصد بنایا۔

جواہر لال نہرو نے ایک بار خود کہا تھا کہ

"اگر کوئی بھی مجھے یاد کرے کہ اس آدمی نے اپنے پورے دل ودماغ سے ہندوستان اور اِس میں رہنے والے لوگوں کو پیار کیا اور اِس

کے بدلے میں ہندوستانی عوام نے اسے دل وجان

سے از حد محبّت دی"۔

یہی وہ محبّت ہے جو زندہ رہے گی اور اس کے ساتھ

جواہر لال کا نام بھی زندہ رہے گا۔

بڑی شخصیتوں کی یادگاریں نئی نسل کے دل میں یک

دیرپا اثر قائم رکھنے کیلئے مدّتوں سے تعمیر ہوتی رہی ہیں۔ بھارت

میں بے شمار یادگاریں موجود ہیں جو قدیم زمانے کے بادشاہوں

بڑے بڑے عالموں، عظیم المرتبت بزرگوں کے وقار اور ان کی

انسانی خدمات کا گہرا نقش آج بھی ہمارے دلوں میں چھوڑ جاتی

ہیں۔ اور ہم انسانی تاریخ کے ارتقاء میں ان کے مقام اور ان کی

قدر و منزلت کا تعیّن کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ یادگاریں ماضی

کو تلاش کرنے میں بڑی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ تاریخ

کے اوراق بعض شخصیتوں کے متعلق خاموش ہیں لیکن

اِس دھرتی پر ہمیں تاریخ کا سُراغ لگانے اور اپنے مُلک کی قدیم اور عظیم تہذیب پر ان شخصیتوں کے بیش قیمت احسانوں کا احساس دِلانے میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں، تو یہی یادگاریں کسی سخی دِل بادشاہ، کسی انسان دوست سنتؒ صوفی اور سماجی زندگی کے کسی نیک سیرت سدھارک کے تئیں ہمارا اظہارِ عقیدت بھی ہیں اور نئی نسلوں کیلئے ایک ہدایت بھی۔ یادگاریں دھرتی کے سینے پر ایک نقش گڑھ دیتی ہیں جس کے کھنڈر ہمیں صدیوں کے بعد بھی بڑے دِلربا، انمول اور اپنی تہذیبی وراثت کا قیمتی سرمایہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور کسی بڑی شخصیت یا کسی عالیشان دور کے ساتھ منسوب ہونے پر ہم اِن کھنڈروں کا بھی تحفّظ کر لیتے ہیں۔ لیکن شخصیتوں میں بھی بڑا فرق ہوتا ہے: تاریخ کو بنانیوالی اور موڑ دینے والی شخصیتیں تاریخ کا حصہ ہو جاتی ہیں اور اِس طرح سے

وہ کسی یادگار کی محتاج بھی نہیں ہوتیں۔ موجودہ زمانے میں
ہندوستان کی قومی زندگی کو پوری طرح متاثر کرنے کے ساتھ
قومی مزاج اور اس کے تہذیبی دھاروں کو بدلنے
والی شخصیت جواہر لال نہرو کی تھی۔ جواہر لال کا نام ہندوستان کے
نوجوانوں، نونہالوں اور آنیوالی نسل کے ساتھ کچھ اس طرح سے
جذب ہو چکا ہے کہ ہم آج کے اور آنیوالی کل کے خوابوں کی تعبیر
کے جوش اور جذبے سے اُن کے تصوّر کو الگ نہیں کر سکتے، زندگی
کے سیکولر آدرشوں پر غیر متزلزل یقین، پارلیمانی جمہوری روایتوں
پر اعتقاد اور خوشحال ہندوستان کو تعمیر کرانے کی ترنگ جو
ہمیں حاصل ہے۔ یہ سب جواہر لال کی عظیم یادگار بنا رہے گا۔
اور جسے نہ صرف آج کی نسل بلکہ کل آنیوالے زمانے کے لوگ بھی
سینے سے لگا کر رکھیں گے۔ اور اپنی باعمل زندگی اور جفاکشی سے
آگے بڑھاتے رہیں گے۔ جواہر لال کی ایک بلند و بالا

یادگار اسی طرح سے ہمارے دلوں میں قائم رہ سکتی ہے۔

کہ ہم اپنے نونہالوں کو تربیت دیں۔ کیونکہ بچوں کے ساتھ

انہیں بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ وہ بچوں کے رفیق، مہربان،

دوست، رہنما اور غمگسار تھے۔ انہیں بچوں کے ساتھ اتنی محبت

تھی کہ وہ کسی بھی عمر کے ہوتے کسی بھی ذات، رنگ، اور ملک کے

ہوتے اور ان کے ساتھ پیار سے بہت جلد گھل مل جاتے

تھے۔ ان کے دل میں صرف اس ملک کے بچوں کی بہبودی

کا خیال ہی نہ تھا، بلکہ وہ ساری دنیا میں رہنے والے بچوں کو ہنسنے

کھیلنے، پڑھنے، لکھنے، ناچنے، کودنے، گانے، بجانے

اور بچپن کے نئے نئے شوق پورا کرنے کے بہتر مواقع حاصل

ہوں۔ وہ چاہتے تھے کہ دنیا اور سماج اپنے کسی بھی عمل سے

بچوں کی معصومیت کو ٹھیس نہ پہنچائے۔ انکی خودروی اور ذہنی

نشوونما میں کوئی بھی بات مخل نہ ہونے پائے۔ وہ بچوں میں

ایک ایسا احساس پیدا کرنے کے لئے ساری عُمر کوشاں رہے جس میں وہ اِس دُنیا کو اپنا گھر سمجھنے لگ جائیں۔ اور ان کی معصومیت بے تکلفی اور ان کی شوخ شرارتیں شوخیاں، علاقوں، ذاتوں اور نسلوں کی حدوں سے بُلند ہو کر بنی نوع انسان اور انسانیت کا عظیم ورثہ بن جائیں۔ بچے بھی ان میں اپنا پن محسوس کر لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا میں آج بھی بچے اپنے معصوم انداز میں پکار اُٹھتے ہیں، پکار اُٹھتے رہیں گے، "چاچا نہرو امر ہے"۔

وہ واقعی امر ہیں کیونکہ اِن کی دِلآویز شخصیت اور ان کے آدرش ہم انکے کارناموں میں تلاش کر سکتے ہیں جو وہ ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں۔

آج اور آنیوالے زمانے میں بھی اس ملک کے نونہالوں کو یہ

بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ اس دھرتی پہ ایک ایسا
ممتاز انسان بھی رہا ہے جو گاندھی جی کا شاگرد تھا اور جس نے
غلامی کے طویل اور صبر آزما دور میں اور اس کے بعد قومی آزادی
کیلئے نقش ابھارنے میں اپنی زندگی کے پچاس سال اس قوم کی
رفاقت میں گذار دیے جن میں عظیم کاموں اور کارناموں کی شروعات
انہوں نے اپنی زندگی میں کی، وہ خود جواہر لال کے گیت گاتے رہینگے۔
سائنسی اور تکنیکی تعلیم کی جن عالیشان درسگاہوں کی بنیادیں
انہوں نے اپنے ہاتھ سے رکھدیں وہ اور ان میں تربیت پانیوالی
ہماری نسل بڑے فخر اور بڑی سعادتمندی کے ساتھ اپنی کامیابیوں
یہ جواہر لال کے تئیں محبت اور عقیدت کا نذرانہ پیش کرتی رہے گی۔
اور ایشیائی افریقی ملکوں کے عوام بھی اپنی زندگی اور اپنے سماج
کے نئے نئے مسائل حل کرتے ہوئے اس بات کو ہمیشہ پیش نظر
رکھیں گے کہ جواہر لال نے بین الاقوامی محاذ پر امن اور باہمی تعاون

کا جو نظریہ پیش کیا ہے، وہ قوموں کے درمیان دوستی اور سلامتی کے ساتھ باہمی احترام کی مضبوط بنیادیں فراہم کر چکا ہے، اور اسی نظریہ کی صداقت پر عمل کرتے ہوئے دنیا کا کمزور سے کمزور ملک بھی سربلند ہو چکا ہے، اور قومی آزادی اور سرداری کا تحفظ کر سکا ہے۔

جواہر لال موجودہ نسل اور زمانے کے عظیم ترین شخصیت تھے۔ ان کی زندگی انسانیت کیلئے عظیم الشان خدمات اور وطن کیلئے سچی لگن سے بھرپور تھی۔ اپنی موت سے پہلے انہوں نے جو وصیت کی ہے اس میں ایک ایسے دردِ دل کا گداز ہے جس کی پرستش کی حد تک اپنے وطن کی پوجا ہو۔ اور اس میں رہنے والے لوگوں سے محبت کی ہو۔ یہ وصیت بھی دراصل اُن ہی آدرشوں کی ترجمانی کرتی ہے، جو انہوں نے اپنی زندگی میں سمو دیئے تھے۔ اور جن کی تکمیل کے لئے وہ ساری عمر کوشاں رہے ہے۔ اس لیے بابائے محبت اور خلوص کے لئے ہندوستانی عوام نے

جواہرلال کو نہ صرف بے پناہ عقیدت اور عظمت دی
دلوں کا بادشاہ بنا دیا، بلکہ اُنہیں اپنی اُمنگوں، ولولوں اور
تمنّاؤں کا مرکز بھی قرار دیا۔ اتنا عروج، اتنی مقبولیت اور
ہردلعزیزی ہندوستان کے کسی دوسرے لیڈر کو حاصل نہ
تھی جتنی اکیلے جواہرلال کو تھی۔

اِس اعتبار سے جواہرلال دُنیا کی خوش قسمت
ہستیوں میں سے تھے جنہیں بچپن سے لے کر بوڑھاپے
تک زندگی کے ہر ایک موڑ پر انسانی دِلوں کی حکمرانی نصیب
ہوتی ہے۔ وہ ایک خوشحال کشمیری گھرانے کے چشم و چراغ
تھے جو اٹھارویں صدی میں بادشاہ فرّخ سیر کی دعوت پر کشمیر
سے منتقل ہو گیا تھا۔ ان کے خاندانی بزرگ راجہ کول فارسی
زبان و ادب کے خوش گو اور خوش فکر شاعر تھے۔ ان کی اعلیٰ
ذہنی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر ہی بادشاہ فرخ سیر نے اُنہیں

اپنے دربار کی زینت بنایا اور انہیں نہر کے نزدیک مکان
اور زمین دی۔ اسی رعایت سے آپ کے گوتر کے ساتھ نہرو
کا لفظ عام ہو گیا۔ پہلی جنگِ آزادی کے دنوں میں جب
دہلی اجڑ گئی، تو آپ کا خاندان اپنی ساری جائیداد لٹا کر آگرہ
چلا گیا۔ جہاں مئی ۱۸۶۱ء میں جواہر لال کے والد موتی لال نہرو
پیدا ہوئے۔ لیکن اس سے پہلے ہی ان کے دادا گنگا دھر انتقال
کر چکے تھے۔ قدرتی طور خاندان کی پرورش کا بوجھ موتی لال
کے دو بڑے بھائیوں پر پڑا۔ موتی لال کے ایک بڑے بھائی کا
نام بنسی دھر تھا اور دوسرے بھائی کا نام نندلال نہرو تھا۔ دونوں
اُن سے عمر میں کافی بڑے تھے۔ بنسی دھر اپنی ملازمت کے
سلسلہ میں اکثر گھر سے باہر رہا کرتے تھے۔ اور نندہ لال نہرو شروع
میں راجپوتانہ کی ایک ریاست کے دیوان تھے۔ بعد میں انہوں نے
قانون کا امتحان پاس کیا اور وہ عدالت عالیہ میں وکالت کرنے

لگے۔ جب ہائی کورٹ آگرہ سے الہ آباد منتقل ہو گیا۔ تو جہاں جواہر لال نہرو کے چچا نندہ لال نہرو بھی اپنے خاندان کو لے کر الہ آباد آ گئے۔ موتی لال نے الہ آباد میں ہی سکول اور کالج کی تعلیم حاصل کی۔ پڑھنے لکھنے سے زیادہ انہیں کھیل کود اور منچلی شرارتوں سے زیادہ دلچسپی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اعلیٰ ذہنی استعداد کے باوجود آپ بی۔ اے پاس نہ کر سکے۔ چونکہ آپ کے بڑے بھائی نندہ لال نہرو وکالت کے پیشہ میں کافی مقبول ہو چکے تھے۔ اس لئے موتی لال بھی قانون کے مطالعے کی طرف مائل ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے وکالت کا امتحان امتیازی پوزیشن کے ساتھ پاس کر لیا۔ اور مضافات کی عدالتوں میں وکالت شروع کی۔ وکالت کی اچھی مشق ہو جانے پر وہ جونہی الہ آباد ہائیکورٹ میں پریکٹس کرنے لگے، تو اچانک ان کے بھائی نندہ لال وفات پا گئے۔ اس سے گھر کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اتنے بڑے کنبے کی پرورش کا بوجھ موتی لال نے بڑی ہمت اور دلیری سے سنبھال لیا۔ اور

اپنے پیشے میں اتنی زیادہ محنت اور مہارت کا ثبوت دیا کہ

انہیں سانس لینے کی فرصت کبھی نہ ہو سکی۔ موتی لال کی ان

ہی مصروفیات کے ایّام میں جواہر لال پیدا ہو گئے۔ ان کی

ماں سروپ رانی نہرو بڑی صلاحیتوں کی مالک تھی۔ اگرچہ

موتی لال خود مغربی تہذیب میں پوری طرح سے رنگے ہوئے تھے۔

لیکن سروپ رانی نہرو ممتاز کشمیری عورتوں کی طرح مذہب

پرست، رسم و رواج کی پابندی مگر روادار خاتون تھی۔ ہندو دیومالا

کی کہانیاں اور ہندوستان کی عظیم رزمیہ داستانیں انہیں ازبر

یاد تھیں۔ جو ہر شام کو جواہر لال کے دل بہلانے کیلئے سنائی

جاتی تھیں، اس طرح سے اپنے ملک کے قدیم اور عظیم ماضی کا احساس

جواہر لال کے دل میں بچپن سے ہی نقش ہو چکا تھا۔ موتی لال خود

بڑے وسیع القلب اور خوش مذاق آدمی تھے۔ ان کی راہ و رسم

ہر فرقے کے لوگوں کے ساتھ تھی۔ انگریزی تہذیب اور تمدن سے

وہ بہت متاثر تھے۔ اور مغربی طرز زندگی کو اپنانے میں پیش پیش رہتے تھے۔ لیکن اس کا اثر گھر کے رہن رواج پر بہت کم پڑ چکا تھا۔ کشمیر سے جو تہوار اور تقریبیں مخصوص ہیں وہ گھر کی عورتوں میں کافی مقبول تھیں۔ اپنی والدہ کے ساتھ جواہر لال کبھی کبھی گنگا اشنان پر بھی جاتے تھے۔ اور مختلف متبرک مقامات پر گھوم پھر لیتے تھے۔ محرم کے جلوس کو دیکھنے کے شرف بھی انہیں حاصل تھا۔ اور عید کے موقعہ پر انہیں اپنے والد صاحب کے مسلمان دوستوں کے گھر میں دعوتیں اڑانے کا موقعہ بھی ملتا تھا۔ اس طرح سے ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب اور فرقہ وارانہ رواداری کے دھارے میں جواہر لال کے ذہن نے نشوونما حاصل کی۔ یہی وجہ بھی ہے کہ جواہر لال نے ہندوستان کی قومیت کو ہندو اور مسلمان کے دھڑوں میں تقسیم کرنے کے نظریات کی کبھی حمایت نہیں کی۔ جب جواہر لال کانگریس میں آئے

تو اس میں اُس وقت سیاسیات کو مذہبی عناصر سے بالکل

الگ کر دینے کے رجحانات اتنے کم تھے کہ انہیں بار بار اپنی

ذات کے ساتھ بڑی کشمکش محسوس ہوتی تھی۔ وہ ترک موالات

کی تحریک کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"بعض اوقات میں پریشان ہو جاتا تھا کہ سیاست

میں آپ کو اتنا دخل کیوں ہے۔ مجھے یہ بات

بالکل پسند نہ تھی۔ مولوی، مولینا یا سوامی قسم کے لوگ

جو کچھ اپنی تقریروں میں کہتے ہیں۔ اُسے سُن کر مجھے

سخت صدمہ ہوتا تھا۔ مجھے ان کی تاریخ عمرانیات اور

اقتصادیات سب غلط معلوم ہوتی تھی، اور ہر چیز

کو مذہبی رنگ دے دینے سے روشن خیالی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

گاندھی جی کے بعض بعض جملے بھی مجھے گراں گذرتے تھے۔

وہ اس زرین زمانے کو جو پھر لوٹ آنیوالا تھا۔ اکثر رام راج

کے نام سے تعبیر کرتے تھے لیکن میں بے بس تھا۔
اور یہ کہہ کر اپنے دل کو سمجھا لیتا تھا کہ گاندھی جی یہ
الفاظ صرف اسلیئے استعمال کرتے ہیں، کیونکہ
لوگ اس کا مفہوم اور مطلب سمجھ سکتے ہیں"۔

درحقیقت گاندھی جی کو لوگوں کے دل کی تہہ
تک پہنچنے میں عجیب ملکہ حاصل تھا چونکہ جواہر لال کے
بچپن کی تعمیر خالص اور بنیادی انسانی رشتوں پر ہوئی تھی اسلیئے
لیئے وہ انسان کو فرقہ داری کے تنگ دائروں میں سکڑ کر اس
کے انسانی جوہر کو تلف کرنے کی کبھی اجازت نہ دے سکتے
تھے۔ موتی لال نے اوائل عمری میں انہیں عملی تربیت دینے
کے لیئے ایک غیر ملکی اتالیق مقرر کیا تھا۔ اِن کی باتیں جواہر
لال کو سننے میں بہت پُراسرار اور دلکش معلوم ہوتی تھیں۔
کیونکہ وہ تھیاسوفی کے بہت بڑے ماہر تھے جنہیں مسز اینی بیسنٹ

کی سفارش پر موتی لال نے گھر میں رکھ لیا تھا۔ اِن کا نام مسٹر بروکس تھا۔ یہ آئرش قومیت رکھتے تھے۔ اس مکتبِ فکر کی طرف سے باطن کی صفائی پر خاص طور زور دیا جاتا تھا۔ تھیوسوفی تو ان کا ایک محبوب موضوع بلکہ عملی مشغلہ تھا۔ ورنہ ان کا زیادہ تر وقت جواہرلال میں مطالعے کا ذوق پیدا کرنے اور با مقصد طریقہ پر اِن کی تعلیم و تربیت میں صرف ہوتا تھا۔ جواہرلال کی تعلیم و تربیت کا ڈھنگ اتنا با سلیقہ اور صحت مند تھا کہ انہیں کم سنی میں ہی عالمی ادب کا مطالعہ کرنے کا ذوق پیدا ہو چکا تھا۔ اور وہ اپنے استاد کے ساتھ گھنٹوں کیمیا اور طبعیات کے تجربے کرتے رہتے تھے۔ تھیوسوفی کے اثرات تو اِن پر بہت دھندلے رہے۔ مگر اس آئرش استاد نے اُنہیں جو آداب و اسلوب سکھائے، شعر پڑھنے اور اس کی نزاکتوں کو سمجھنے اور سمجھانے کے گُر بتائے، وہ ساری عمر کیلئے ایک مستقل اور پائدار بنیاد قائم کرنے

کیلئے کافی تھا۔ یہ اچھی تربیت اور اچھے اُستاد کی محنت اور جانسوزی کا نتیجہ تھا کہ ان میں بچپن سے مطالعے کی عادت گھر کر چکی تھی۔ اور کتب بینی کا انتہائی شغف پیدا ہو چکا تھا۔ علم کا کوئی گوشہ ان کے لئے غیر نہیں تھا۔ وہ کتابوں کی دُنیا میں ہی ساری عُمر گھومتے پھرتے تھے۔ ان کا بچپن ایک ایسے ناز پروردہ بچّے کا سا تھا۔ جسے ایک خوبصورت محل کی سلاخوں کے اندر سے اس دُنیا کو دیکھنے کی اجازت ہو۔ باہر نکلنے کی اجازت نہ ہو۔ یہی بات ہے، کہ وہ ساری عُمر اسباب کے خلاف لڑتے رہے۔ کہ بچّوں کی شاداب اور آزادی پسند رُوح کو رسم و آداب کی غلط زنجیروں میں باندھا جائے۔ وہ بچّوں کے ذہن اور جسم کی تربیت کیلئے کھیل کود اور دوسری تمدّنی سرگرمیوں کو اتنی ہی اہمیت دیتے رہے جتنی بچّوں کی علمی زندگی کو حاصل ہے۔ اس کے لئے ایک نفسیاتی جواز بھی موجود تھا۔ وہ یہ کہ انہوں نے شاہانہ ٹھاٹھ

باہٹھ کے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی تھی۔ جہاں زندگی کی تمام آسائشیں اور راحتیں میسّر تو تھیں۔ لیکن ان کی اپنی ہم عمر کا کوئی لڑکا اور لڑکی نہ تھی۔ جس کے ساتھ وہ ہنس بول لیتیں۔ دولت، عزّت اور اثر و رسوخ کے اعتبار سے ان کا گھر سارے شہر میں ممتاز تھا۔ اُن کے گھر میں رشتے ناطے کے کافی لوگ تھے۔ اُن کے والد موتی لال نہرو کو دوستوں اور احباب کا جمگھٹا ہمیشہ ہی گھیرے رہتا تھا۔ لیکن اس گہما گہمی اور ہما ہمی میں بھی انہیں اپنی تنہائی کا بڑا رنج تھا۔ ان کی لکھائی اور پڑھائی بھی عام لڑکوں کی طرح کسی سکول یا کسی کنڈر گارٹن میں نہیں ہو رہی تھی۔ کمسن بچّوں کی صحبت اور اُن کے ساتھ بچپن کی شرارتوں میں جو لذّت بے فکری اور خوشگوار یادیں ہوتی ہیں۔ وہ ان کے حصّے میں نہیں آئی تھیں۔ اس کے نتیجے میں کچھ شرمیلا پن اور کچھ جھجک آپ کے اندر پیدا ہو گئی۔

بچپن کے ایسے البیلے کھیلوں کی چاہت اور کمسن ساتھیوں
سے محرومی کو ان کے گھر کے مختار عام منشی مبارک علی پوری
کر دیتے ہیں۔ منشی مبارک علی ان کے والد کے محرّر بھی تھے۔
اور گھر کے انتظامات کی دیکھ ریکھ کرنیوالے بزرگ بھی۔ اس
بزرگ کو جواہر لال کی تربیت کا خاصا دخل حاصل رہا ہے۔
خود تو موتی لال اپنے اکلوتے بیٹے سے بیحد پیار اور انس رکھتے تھے۔
مگر وہ کافی مصروف آدمی تھے۔ ان کی وکالت کا دُور دُور
تک شہرہ تھا۔ وہ شمالی ہند کے کامیاب وکیلوں میں گنے جاتے
تھے۔ یہ شہرت اور دولت انہوں نے ذاتی محنت، تدبّر
اور جفاکشی سے حاصل کی تھی۔ اور ایک فرض شناس باپ
کی طرح انہوں نے اپنے بچّے کو ادب و آداب اور مروّجہ
تعلیم سے ہٹا کر مغربی طرز پر تعلیم دینے کے لئے ایک
سے ایک شاندار اتالیق مقرر کیا تھا۔ ان میں منشی مبارک علی

بھی ایک تھے۔ جس کے دامن کو جواہر لال اس کا ٹھکانا
کہتے تھے۔ جواہر لال کے دل میں اپنے والد کی بے حد محبّت اور
عظمت تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اپنے بچپن میں جتنے بھی آدمی
میں نے دیکھے تھے۔ اُن سب میں مجھے اپنے والد صاحب برتر
معلوم ہوتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ برگزیدہ شخصیت
کے مالک تھے۔ اگرچہ ان کی شخصیت کا ایک ہی پہلو روشن
اُس وقت تک اُجاگر ہو چکا تھا لیکن زندگی کے ایک خاص
موڑ پر موتی لال ہندوستان کے محبِّ وطن لیڈروں میں ایک
الگ اور امتیازی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔
جوانی کی دنوں میں موتی لال بڑے خود نگر موجی اور
خود دار آدمی تھے۔ ارادے کے مضبوط اور ضد کے
پکّے تھے۔ انہیں غصّہ بھی غضب کا آجاتا تھا عظمت اور
محبّت کے ساتھ ساتھ جواہر لال کے دل میں اپنے باپ

کا ڈر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اِسی ڈر سے سہم کر انہیں کبھی تو اپنی
ماں کی آغوش میں پناہ لینا پڑتی تھی۔ اور کبھی وہ منشی مبارک
علی کے دامن میں چھپ جاتے تھے۔ اِسی بزرگ کے گود
میں انہیں ہند کی قدیم عظمت کی دِلآویز کہانیاں بھگتی تحریک
کے عظیم صوفی، سنتوں کی رواداری کی قصے الف لیلی اور دوسری
کتابوں کے افسانے اور پہلی جنگِ آزادی یعنی ۱۸۵۷ء اور
۱۸۵۸ء کے جانبازوں کے کارنامے سُننے کا موقعہ ملا تھا۔
اس طرح سے شعوری یا غیر شعوری طور پر اِس اکلوتے اور
لاڈلے بچے کا ذہن ایک نئی اور عالیشان جدوجہد کیلئے اوائل
عمری میں ہی تیار ہو گیا تھا۔ جواہرلال کے دل میں انسان دوستی کے
عمیق اور گہرے جذبے، ہم وطن غریبوں، ناسمجھ اور پسے ہوئے
لوگوں کے دکھ درد کو سمجھنے اور انہیں دور کرنے کا
احساس دلانے میں بھی منشی مبارک علی کی مروت اور محبت نے

خاص حصّہ ادا کیا ہے - یوم شہداء اور دوسری اسلامی تقریبات پہ منشی مبارک علی کے کندھے پہ عید گاہ کو جانا یا پھر ان کے گھر میں جا کر سویاں اور دوسرے لذیذ کھانے اڑانا جواہرلال کے دل و دماغ پر مستقل اثر قائم کرنے کیلئے کافی تھا، جواہر لال لکھتے ہیں کہ :-

"منشی مبارک علی بدایوں کے ایک آسودہ حال خاندان سے تھے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ان کا گھر اجڑ گیا تھا۔ انگریز فوج نے اِن کے خاندان کو قریب قریب ختم کر دیا تھا۔ مصیبت نے اُن کے قلب میں رقّت اور انسانوں کے لئے دردِ پیدا کر دیا تھا۔ وہ سب سے اور خاص طور پہ بچّوں سے بڑی نرمی سے پیش آتے تھے۔ میرے لئے اُن کا دامن جائے پناہ امن کا ٹھکانا تھا۔ جب کبھی اداس یا پریشان ہوتا میں اُن ہی کے پاس پہنچتا۔ ان کی شاندار سفید

داڑھی کو دیکھ کر میں بچپن کی سادگی میں یہ سمجھنے لگا تھا کہ یہ پراچین وقتوں کے آدمی ہیں۔ اور انہیں کسی جگ کی باتیں یاد ہیں۔ منشی جی کا انتقال بہت برسوں بعد میری جوانی کے زمانے میں ہوا۔ وہ مجھے اب تک یاد ہیں۔ اور ان کی یاد کو میں دل و جان سے عزیز رکھتا ہوں گا۔

منشی مبارک علی نے اس عظیم انسان کے بچپن کو تنہائی کے ملال سے نکال کر ایک صحیح راستے پر لگا کر رکھدیا۔ ان میں مشرق کی روح اور اس کا خلوص اجاگر کیا۔ اور اپنے ہم جولیوں سے کھیلنے کودنے کا جو قلق اُن کے دل میں تھا۔ وہ اپنی دلآویز، پرشوق اور مجاہدانہ کہانیوں سے دور کرتا رہا۔ یہ خوبی، رواداری اور انسانی دردمندی کی یہ بڑی دولت اس بزرگ کے ترکے میں جواہر کے حصہ میں آئی تھی۔ دل ہی دل میں کڑھتے رہنا کہ میرا کوئی ہم جولی نہیں ہے۔ ناخوشگوار اثرات پیدا کرسکتا ہے مگر

اس کا اثر ان کی نفسیات پر اتنا صحت مند طریقے پر آ پڑا ہے،
کہ جب بھی زندگی میں جہاں انہیں بچوں کا کوئی ہجوم نظر آیا۔ وہ آداب
اور رسوم سے بے نیاز ہو کر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ان کے درمیان میں
جا پہنچے۔ یہ ان کی خواہش تھی کہ ان کا جنم دن بچوں کے دن کے طور پر
منایا جائے۔ اور پچھلے کئی برسوں سے چودہ نومبر کا دن اس ملک
میں بچوں کے بہبود کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اسی دن وہ ہزاروں
بچوں کی پریڈ میں خوشی خوشی شریک ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ
ناچتے، گاتے اور کھیلتے تھے۔ ایسے موقعوں پر انہیں جو مسرت
حاصل ہوتی تھی۔ اس کے بارے میں انہوں نے ایک مرتبہ لکھا ہے:۔

"مجھے بچوں کی صحبت اور ان سے بھی زیادہ ان کے ساتھ
کھیلنا اچھا لگتا ہے۔ کچھ دیر کے لئے میں یہ بھول
جاتا ہوں کہ میری عمر بہت زیادہ ہے اور اس
زمانے کو ایک مدت ہوئی ہے۔ جب میں

خود بچہ تھا۔ لیکن جب میں بچوں میں ہوتا تھا تو میں عمر

اور اس کے فاصلے کو فراموش کر دیتا ہوں، جو مجھے تم سے

جدا کر دیتا ہے۔ اگر تم (بچے) میرے پاس ہوتے، تو میں

تمہارے ساتھ اپنی اس خوبصورت دنیا کے بارے میں

پھولوں اور درختوں کے بارے میں، جانوروں اور پرندوں

کے بارے میں، ستاروں، پہاڑوں اور برف کے تودوں کے

بارے میں، غرضیکہ ان تمام عجیب و غریب چیزوں کے

بارے، جو کہ اس دنیا میں پائی جاتی ہے۔ تمہارے ساتھ

باتیں کرتا اور بہت خوشی محسوس کرتا۔ ہمارے گردو پیش

یہ تمام خوبصورتی اور رعنائی جو ہے، ہم سن رسیدہ لوگ

اکثر اس دلربا اور پرکشش دنیا کو بھول جاتے ہیں،

اور اپنے آپ کو دفتری دنیا کے کاروبار میں جذب کر کے

یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نہایت ہی اہم کام سرانجام دے رہے ہیں۔“

جواہر لال کو دیش کے نونہال اس لئے اچھے لگتے تھے
کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہی نونہال بڑے ہو کر ہندوستان کے
مستقبل کے شہری بنیں گے۔ اور یہی بات ہمیشہ ان کے
زیر نظر رہی ہے کہ ہم اپنے مستقبل کی تعمیر کچھ اس طرز پر کریں جس
سے بچوں کے سود و بہبود کے کاموں کو فوقیت حاصل ہو جائے۔
ایک بار انہوں نے کہا تھا کہ :-

"مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ ہمارے ملک
میں ایسے بھی نونہال ہیں، جن کی مناسب طور پر دیکھ
بھال اور پرورش نہیں کی جاتی۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں
کہ یہ حالات کا قصور ہے۔ کچھ بھی ہو میرے خیال
میں ہم سب اِن بچوں کے تئیں کچھ نہ کچھ ذمہ داری
رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ دیکھنا ہمارا فرض ہے کہ بچوں
کی کیسے موزوں طور پر پرورش کی جائے"۔

یقیناً وہ ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے بچوں
میں وہ نیک اوصاف سچائی کی وہ قوت اور ارادے کی وہ
مضبوطی پیدا کریں جو ان میں تھی جواہر لال کے آدرشوں پر چلتے
ہوئے ہماری یہ کوشش رہنی چاہیے کہ علمی، ادبی، تمدنی اور تہذیبی
سرگرمیوں میں بچوں کے شوق و ذوق کو ابھارنے کے تمام تر موقعے
سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس کے ساتھ بچوں میں یہ امنگ پیدا
کریں کہ اس دیش کا ہر ایک نونہال خود اس دیش کا جواہر لال
بننے کی کوشش کرے۔ ان کی رہنمائی سے سبق لے۔ بڑی عمر کے
لوگوں کے لیے بھی اس سے کہیں زیادہ اہمیت اس بات کی
ہے کہ ہم اپنے ہمسایہ میں اپنے سماج میں جہاں تک ہماری
نظر جاتی ہے۔ اپنے بچوں پر نظر کریں۔ ان کی ذہنی
تربیت اور تعلیم میں دلچسپی لیں۔ ان کے دل میں اس
وطن کا پیار اور اس کی شاندار روایتوں کی تعظیم

کے جذبے بیدار کریں۔ اور انہیں بتادیں کہ ہمیں آج
زندگی میں جو وقار، جو سربلندی اور جو انسانی آزادی حاصل
ہے، وہ ایک ہونہار لڑکے کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔
جس نے زندگی بھر اس ملک کی خدمت کی، اور مرتے وقت
بھی یہ وصیت کی کہ میری راکھ اس ملک کے دریاؤں اور کھیتوں
میں بکھیر دی جائے۔ تاکہ میرے جسم کی خاک اور راکھ کا ایک ایک
ذرّہ ہندوستان کی مٹی میں مل کر اس ملک کے لوگوں کے کام
آسکے۔

پندرہ برس کی عمر میں جواہر لال کو ہیرو میں پڑھنے کے
لئے انگلینڈ بھیجا گیا۔ پہلے سفر میں ان کے والد موتی لال نہرو
اور والدہ سروپ رانی نہرو بھی ان کے ساتھ تھیں۔ آپ کی چھوٹی
بہن وجے لکشمی اس وقت دودھ پیتی بچی تھی۔ وہ بھی ماں کے ساتھ
تھی۔ سکول میں جواہر لال کو داخل کرنے کے بعد خاندان کے لوگ

یورپ کے دوسرے ملکوں کی سیر کو گئے۔ اور وہیں سے
ہندوستان لوٹ آئے۔ اِس طرح سے جواہر لال کو زندگی
میں پہلی بار گھر سے باہر اور وہ بھی ایک غیر ملک کے سکول
کے انجانے پہچانے لڑکوں کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کا
موقعہ ملا۔ بہتر تربیت سے ذہن میں وسعت اور کشادگی
تو پہلے ہی سے موجود تھی۔ اسلئے آپ بہت جلد اس نئے
ماحول سے مانوس ہو گئے۔ اور دِل و دماغ کی پوری گہرائیوں
کے ساتھ نہ صرف اپنے مطالعے کی طرف متوجہ ہوئے،
بلکہ برطانیہ کی سیاسیات سے بھی دلچسپی لینے لگے۔ ان
دِنوں برطانیہ میں عام انتخابات میں لبرل پارٹی کو زبردست
کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اتفاق سے سکول کے اُستاد نے اپنی
جماعت کے لڑکوں سے برطانیہ کی بڑی نئی حکومت کے قیام کے
بارے میں ایک سوال پوچھا۔ جس کا جواہر لال کے بغیر کسی سے

جواب نہ بن پڑا۔ سیاسیات سے دلچسپی صرف مقامی ماحول

کے ساتھ وابستہ نہیں تھی۔ بلکہ وہ اخباروں میں ہندوستان

کے واقعات اور حالات کی خبریں پورے انہماک سے پڑھتے تھے۔

اور سخت ہیجان محسوس کرتے تھے۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی

آپ اِن تمام قوموں کی جدوجہد سے دلچسپی لینے لگے تھے۔ جو غیر

ملکی غلامی کا شکار تھیں۔ غیر ملکی غلامی میں ہندوستانی عوام

کے انسانی وقار پر گورے حاکموں کے ناروا حملوں اور ان کے

امتیازی برتاؤ کے اثرات تو بچپن میں دل پر نقش ہو چکے تھے۔

انگریز یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ایک فاتح قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس لیے ہندوستانیوں پر حکومت کرنا ان کا پیدائشی حق ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں انگریز حاکموں اور

ہندوستانی رعیت کے درمیان مراسم اور بے تکلفی پیدا

ہونے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ برطانیہ میں جو ہندوستان

کے طالب علم پڑھنے کے لئے جاتے تھے۔ وہ بھی اس احساس
سے اپنی ذات کو الگ نہیں کر پاتے تھے۔ جواہر لال نے
دو سال ہیرو میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد تین سال کیمبرج
یونیورسٹی میں گذار دیئے۔ یہاں انہیں کچھ بہتر ماحول میسّر ہوا۔ اگرچہ
آپ کے مضامین ارضیات، کیمیا اور نباتات تھے لیکن آپ
سیاسیات، معاشیات، تاریخ اور ادب کے موضوعوں میں بھی
خاص دلچسپی لینے لگے۔

جواہر لال نے سنہ ۱۹۱۰ء میں کیمبرج سے سند حاصل کی۔
اس کے بعد آپ قانون کا مطالعہ کرنے بیٹھ گئے۔ اور دو
سال میں بیرسٹری کے امتحانات میں بھی ایک ایک کر کے
پاس کر لئے، اور سنہ ۱۹۱۲ء کی سردیوں میں آپ لندن سے لوٹ
آئے۔ اس زمانے میں قومی آزادی کی تحریک پر سرد مہری سی
چھائی ہوئی تھی جلسوں میں کوئی خاص کشش موجود نہیں تھی۔

اِن ہی دِنوں جواہر لال بانکی پورہ کانگریس کے جلسے میں
ڈیلی گیٹ کی حیثیت میں شامل ہو گئے۔ لیکن کانگریس
جلسوں کے طور طریقے دیکھ کر بہت دِل برداشتہ ہوئے۔
وکالت کے پیشے میں بھی کوئی خاص انہماک پیدا نہیں ہوئے۔
دریں اثنا پہلی عالمگیر جنگ چھڑ گئی۔ اس کے لئے انگریزوں
نے ہندوستان سے زبردستی رنگروٹ بھرتی کرنے شروع
کر دیئے۔ تحفظ ہند کے قانون میں سارے ملک کو جکڑ لیا گیا۔
کسی نے ذرا بھی چوں وچرا کی اُسے سختی سے دبا دیا جاتا تھا۔
اب تک موتی لال نہرو اعتدال پسند سیاسی سرگرمیوں میں
کافی جوش وخروش سے حصّہ لینے لگے تھے لیکن عملی تجربہ
سے انہیں بہت جلد اعتدال پسندوں کے عقائد سے
نفرت ہو گئی۔ انہیں یہ ہرگز پسند نہیں تھا کہ برطانوی حکومت
ایک طرف ہندوستانی عوام کے ساتھ حقارت

اور امتیازی سلوک کرے اور دوسری طرف لوگ اس کی

تابعداری اور خوشامد کرتے پھریں۔ جواہر لال کے رجحانات

اپنے والد صاحب سے بالکل ملتے نہیں تھے۔ وہ برطانوی

حکومت کے خلاف آگا پیچھا دیکھے بغیر موثر کاروائی کرنے

کے حق میں تھے۔ اس لئے گھر پر جب گرما گرم سیاسی بحثیں

چھڑ جاتی تھیں۔ تو باپ بیٹے میں جھڑپ بھی ہوتی تھی۔ مگر

جواہر لال کا رجحان ہرگز تشدد کی طرف نہیں تھا۔ وہ کچھ عملی

کام کرنے کے حامی تھے۔ وہ یہ نہیں مانتے تھے کہ آزادی

محض جلسے بلانے اور تقریریں جھاڑ دینے سے حاصل ہو سکتی

ہے۔ لیکن اس عملی کام کے بارے میں ان کا ابھی کوئی صاف

اور واضح نکتہ نظر نہیں تھا۔ جنگ کی ہولناکی سارے یورپ

کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ روس میں انقلاب کی تیاریاں

ہو رہی تھیں۔ چین میں مسلح بغاوت شروع

ہو چکی تھی۔ فرانس، ہنگری، جرمنی اور اٹلی میں مزدور
تحریکیں اپنے انقلابی جوہر دکھا رہی تھیں، اور خود ہندوستان
میں بھی ایک نیا مزدور طبقہ نمودار ہونے لگا تھا۔
جس کے تیور ابھی اتنے تیکھے اور ہلا دینے والے نہیں تھے۔ لیکن
یہ نوجوان طبقے کو اشتراکی فکر و فلسفہ سے مانوس کر دینے
کے لئے کافی تھا۔ جواہر لال بھی اس کے اثرات سے الگ
نہیں تھے۔ لیکن ان تصوّرات کو عملی شکل دینے کے
لئے جو فضا اور ماحول کے تقاضوں کو گاندھی جی نے اپنے
گہرے انسانی تجربے سے سمجھ لیا تھا۔ اور اس کے لئے
علاج بھی تجویز کیا تھا، "گاندھی واد"۔

سنہ ۱۹۱۶ء میں جواہر لال کی شادی کملا جی
کے ساتھ ہو گئی۔ وہ ایک زود حس اور خود دار
لڑکی تھی، اس تقریب کے فوراً بعد سارا خاندان

سیر و تفریح کے لئے کشمیر چلا آیا۔ کشمیر سے واپسی پر انہی دنوں یعنی ۱۹۱۶ء میں ہی لکھنؤ میں کانگریس کا اجلاس ہوا۔ اس میں جواہر لال بھی پہلی بار گاندھی جی سے ملے، اور ان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ عمل اور تنظیم کے مجاہد کو ایک گورو کی ضرورت تھی۔ اور وہ انہیں مل گیا تھا۔ گاندھی جی نے بھی جواہر لال میں کچھ ایسی انسانی خوبیاں اور عمل کی سچائی محسوس کی کہ وہ کسی رد و کد کے بغیر قومی آزادی کی تحریک اور ملک کا مستقبل اس نوجوان کے ہاتھوں میں سونپ دینے کیلئے تیار ہو گئے۔ ظاہری شکل و صورت اور فکری میلانات کے اعتبار سے دونوں میں اختلاف اور تضاد کے باوجود دونوں تیزی سے ایک دوسرے کی جانب کھنچے چلے گئے۔ جواہر لال نے یہ محسوس کر لیا کہ اس عظیم انسان کی جادو اثر شخصیت اس ملک کی کایا پلٹ

سکتی ہے، تو اِس عظیم صوفی منش سیاستدان نے
اپنی دُوربین نظر سے ساری سیاسی تحریک کو کھنگال کر
ایک جواہر چُن کر نہ صرف تحریک کا نشان بنا دیا۔
بلکہ اُسے اپنی جانشینی کی مسند پر بھی فائز کر دیا۔ گاندھی
جی کی سیاست اور ان کا نظریہ حیات ایک اٹل
عقیدہ کی صُورت اختیار کر چکا تھا۔ وہ اہنسا کے
آزمودہ ہتھیار سے ہندوستان کے نہتے عوام کو فتح
اور کامرانی کی منزل تک پہنچانے کا پُورا عزم
رکھتے تھے۔ اور جواہر لال اس ہتھیار کو ہندوستان
ایسے پسماندہ اور مذہبی رنگ میں رنگے ہوئے لوگوں کے ملک
کو آزادی کی منزل تک پہنچانے کا ذریعہ مانتے رہے اور
اسے سیاسی عمل کی بنیاد بنانے میں اپنے گورو اور رہبر کامل کے
کے ساتھ پُوری دیانتداری کے ساتھ سرگرم عمل ہو گئے۔

گاندھی جی کے متعلق جواہر لال کہتے ہیں :-

"اس دُبلے پتلے کمزور شخص میں فولاد کی سی قوت اور پہاڑ کا سا ثبات موجود تھا - اور وہ دُنیا کی بڑی سی بڑی طاقت کے سامنے نہیں جھک سکتا تھا - اگرچہ گاندھی جی کی شکل و صورت سے کم رو معلوم ہوتے ہیں - ان کا لباس ایک لنگوٹی سے زیادہ نہیں - لیکن ان میں ایک شاہانہ رعب و جلال موجود ہے جس کی وجہ سے لوگ خود بخود ان کے سامنے جھک جاتے ہیں - اگرچہ وہ جان بوجھ کر عجز و انکساری ظاہر کرتے ہیں - مگر وہ زبردست قوت اور اقتدار کے مالک ہیں - انہیں خود اس کا احساس ہے - کبھی کبھی تو وہ ایسے تحکم کے انداز میں حکم دیدیتے ہیں کہ جو ان کی زبان سے نکلے - ان کی پُر سکون اور گہری نظر لوگوں کو مسحور کر لیتی

ہے، اور چپکے چپکے اُن کے نفس کی گہرائیوں میں اُترتی ہے۔ اِن کی صاف اور واضح آواز دل کی گہرائیوں میں سما جاتی ہے اور آدمی کے جذبات پر پورا اثر قائم کر دیتی ہے۔ چاہے ان کا مخاطب ایک فرد ہو یا ہزاروں افراد ہوں۔ اِن کا جادو سب پر برابر چلتا ہے۔

جواہر لال پر یہ جادو بہت زیادہ چلا۔ جواہر لال نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ان کی اپنی ذات اور اپنا وجود گاندھی جی کی ہستی میں ضم ہو چکا ہے۔ گاندھی جی کے پاس بھی کسی مقرر کی زبان دانی کا زور نہیں تھا، اور جواہر لال کے پاس بھی دلکش لفظوں اور لفاظی کا کوئی افسوں نہیں تھا۔ اِن کے پاس اپنے نظریہ کی سچائی اور عمل کی پختگی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ ان کے پاس خلوص تھا، جو ٹوٹے ہوئے الفاظ میں موسیقی کا سا آہنگ پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وہ اعجاز

تھا جس کی بدولت جواہر لال کو اپنے مربّی، اُستاد اور رہبر کامل کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہنا پڑا ہے:-

"یہ مردِ خُدا جہاں بیٹھا وہ جگہ مندر کے برابر ہے۔ یہ شخص جن راستوں سے گذرا وہ راہیں ارضِ مقدّس کی حیثیت رکھتی ہیں"۔

جواہر لال نے یہ بات کسی اندھے اعتقاد سے نہیں کہی۔ اُنھوں نے اِس مردِ کامل کی زندگی کا پُوری گہرائی سے مشاہدہ کرنے کے بعد یہ بات کہی تھی۔ جواہر لال اصلاح پسند نہیں تھے۔ اعتدال پسند بھی نہیں تھے۔ وہ حقیقت بین تھے۔ وہ سیاسی پیشقدمی کے راستے میں گرمجوشی اور معقولیت پسندی کے قایل تھے۔ اور اِس نکتہ نظر پر ثابت قدمی سے قایم تھے کہ اتّحاد و عمل کی مضبوط بُنیادیں اسی وقت قایم کی جا سکتی

ہیں۔ جب ملک کے سیاسی نظام اور سماجی نظام کو بدل دیا جائے۔ مکمل آزادی کے مطالبے کا مقصد بھی ان کی نظر میں یہی تھا کہ لوگوں ہو جاتے کہ وہ جس چیز کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ وہ ایک بالکل نیا سیاسی نظام ہوگا۔ اس زمانے میں اِن معنوں میں سوچنے والے بہت کم لوگ تھے۔

۱۹۱۹ء میں امرتسر میں کانگریس کا اجلاس موتی لال نہرو کی صدارت میں ہوا۔ اس میں اصلاح پسندوں کو کانگریس میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ علی برادران اسی سال نظر بندی سے رہا ہو کر سیدھے کانگریس سیشن میں شامل ہونے کے لئے امرتسر آ گئے۔ اس اجلاس میں گاندھی جی اور لوکمانیہ تلک بھی موجود تھے۔ یہ اجلاس آزادی کی جدوجہد میں ایک

ٹنک کے اجلاسوں میں کافی پُرجوش ثابت ہوا۔ اِس میں جواہرلال نے غیرمُلکی غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے عملی جدوجہد پر خاص زور دیا۔ جواہرلال کے جوان اور صحت مند خیالات پر سب سے زیادہ انقلابی تبدیلی پرتاپ گڑھ کے کِسان مارچ سے ہوئی۔

جون ۱۹۲۰ء میں جواہرلال کو ہندوستان کے مُفلس اور دبے ہوئے کِسانوں کی حالت کا مشاہدہ کرنے اور ان کے مسائل سے دوچار ہونے کا موقعہ مِلا۔ جواہرلال لکھتے ہیں کہ :-

تعلّق داروں کے وحشیانہ مظالم سے تنگ آکر ضلع پرتاپ گڑھ سے پچاس میل چل کر دو سو کسانوں کا ایک وفد الہ آباد آیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ لوگ جمنا گھاٹ پر زمین پر دھرنا مار کر بیٹھے ہیں۔

میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کے پاس گیا۔ انہوں
نے ہم پر اُلفت اور محبّت کی بارش کر دی۔ اِن کی
مصیبتوں اور بے پایاں محبّت کو دیکھ کر افسوس
اور شرم سے میری گردن جھک گئی۔ شرم تو مجھے خود
عیش و آرام کی زندگی پر، اور شہروں کی اُس اوچھی
سیاست پر محسوس ہوئی، جو وطن کے اس نیم برہنہ بیٹوں
اور بیٹیوں کی اتنی بڑی اکثریت کی طرف نگاہ اُٹھا کر
بھی نہیں دیکھتی، اور افسوس اسلئے کہ ہندوستان کے
دیہات کی مفلسی اور تنزّل کو دیکھ کر دِل پھٹا جا رہا
تھا۔ اب میرے سامنے اور وطن کا ایک نیا تصوّر قائم
ہو گیا یعنی ننگی بھوکی، ستم رسیدہ اور تباہ حال
جنتا۔"

اِس طرح سے جواہر لال نے زندگی میں پہلی بار اپنے

ہم وطن غریب عوام کے دکھوں اور مصیبتوں کو دیکھ
انہیں معلوم ہوا کہ کسان لگان کے بھاری بوجھ سے دبے
جا رہے ہیں۔ ان سے ناجائز طور پر وصولیاں کی جا رہی ہیں۔ انہیں
کھیتوں سے بیدخل کیا جاتا ہے۔ وہ بے چارے سارا سارا دن محنت
کرتے ہیں، پسینہ بہاتے ہیں، مگر شام کو انہیں یہ پتہ چلتا ہے
کہ ہم نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ ہماری چیز نہیں ہے۔ ہمارا انعام
تو صرف ٹھوکریں اور گالیاں ہیں۔ اور ہماری قسمت میں صرف فاقے
لکھے ہیں۔ چنانچہ جواہر لال نے پرتاب گڑھ ڈسٹرکٹ کے
دیہات کا دورہ شروع کیا۔ اور اسی دورے میں خود جواہر لال
کے اپنے جوہر کھل گئے۔ ہندوستانی میں تقریر کرتے ہوئے انہیں
ابتک جھجک محسوس ہو رہی تھی۔ کسی بڑے جلسے میں کسی
جواب کے بغیر تقریریں کیں۔ جادو اثر تقریروں میں عام طور پر الفاظ
کا کھیل اور انداز بیان کے کرتب کام کرتے ہیں۔ لیکن جواہر لال

کے پاس یہ دونوں باتیں نہ تھیں۔ ہندوستانی میں ٹھہر ٹھہر کر بول لیتے تھے۔ روانی سے بول لیتے تھے، اور اُنکے بولنے میں اعتماد اور وقار تھا۔ مقصد کی سنجیدگی اور عظمت تھی۔ اسلئے لوگ ان کے اندازِ بیان کی کمزوریوں کی طرف توجّہ دینے کے بجائے اس بات پر زیادہ دھیان دیتے تھے کہ ان کا نفسِ مضمون کیا ہے۔

ایک مقرر کی حیثیت سے جواہر لال کی تربیت کا میدان اودھ کے دیہات بنا۔ یہاں ان کے مخاطب سادہ لوح کسان تھے اور انہوں نے پہلی بار ایک ممتاز شخصیت کو اپنی بلندی سے اتر کر اپنے درمیان میں پا لیا تھا۔ جواہر لال نے ان ہی کسانوں میں گھوم پھر کر ہندوستان کے حقیقی خدوخال دیکھے۔ اُن کی مفلسی کا اندازہ کیا اور اُن سے جو تحریک ملی۔ اس پر جواہر لال نے لکھا ہے:۔

"جو لاکھوں لگا ہیں مجھ پر لگی رہتی ہیں، میں

اِن میں جھانکنے کی کوشش کرتا تھا۔ جو اُمیدیں

اور خواہشات ان میں بھری تھیں، اور جن آن کہے

دُکھوں اور مصیبتوں کی داستان ان میں چھپی ہوئی

تھی۔ میں اِن کو سمجھنے کی کوشش کرتا تھا اور مجھے جو

جھلک ملتی تھی۔ وہ مجھے راہ دکھاتی تھی اور بتاتی

تھی کہ میرے کروڑوں ہم وطنوں کو دُکھ کتنا زیادہ

اور ان کے مسائل کتنے بڑے ہیں۔"

جواہر لال نے سال بھر دیہات کا دورہ کیا۔ ترکِ

موالات کی تحریک پورے زور و شور سے شروع ہو چکی تھی۔

اِس سے اِن کا میدانِ عمل وسیع ہوتا چلا گیا۔

۱۹۲۱ء میں آپ عدمِ تعاون کی تحریک کے دوران

پہلی بار گرفتار ہو گئے۔ پرنس آف ویلز ہندوستان آنے

والے تھے۔ کانگرس نے طے کیا کہ اُن کا بائیکاٹ کیا جائے۔

اِن کے آنے سے چند دن پہلے مُلک میں کثیر تعداد میں گرفتاریاں
شروع ہو گئی تھیں۔ گرفتاریوں کیلئے پیش ہونیوالے رضاکاروں
کے نام اخباروں میں پہلے ہی شائع ہونے لگے تھے۔

الہ آباد میں سب سے پہلا نام اِس فہرست میں جواہرلال
کے والدِ صاحب شری موتی لال کا تھا۔ پرنس آف ویلز آئے
اور جہاں کہیں بھی تشریف لیگئے، اُنہوں نے بازار خالی دیکھے،
سڑکیں سونی پائیں۔ الہ آباد تو اِن کے آنے پر ساری چہل پہل
بند ہو گئی۔ جواہرلال اِس پر لکھتے ہیں :-

"یہ پرنس آف ویلز کے ساتھ بڑا ظلم
تھا۔ اِس میں نہ ان کا کوئی قصور تھا اور نہ ہمیں
ان سے کوئی شکایت تھی۔ البتہ برطانوی ہند
کی حکومت ان کی شخصیت سے ناجائز فایدہ
اُٹھانا چاہتی تھی۔ اور اِن کے ذریعے

اپنی گری ہوئی ساکھ کو سنبھالنا چاہتی تھی، اِس لئے

ہم ان کا بائیکاٹ کر رہے تھے۔

عدم تعاون کی تحریک کے دَوران آپ دو بار

گرفتار ہوئے۔ چورا چوری کے واقعات کے نتیجہ میں گاندھی

جی نے فروری ۱۹۲۲ء میں یہ تحریک واپس لی۔ کیونکہ اِس

میں ایک جگہ تشدّد کا استعمال ہو گیا تھا۔ چورا چوری گورکھپور

کا ایک گاؤں ہے جہاں کسانوں کے ایک مشتعل ہجوم نے

پولیس کے مظالم سے تنگ آکر تھانے کو آگ لگا دی اور

چھ سات سپاہیوں کو زندہ جلا دیا۔

گاندھی جی کے اِس فیصلہ سے نوجوان نسل کو سخت

صدمہ ہوا۔ کیونکہ تحریکِ آزادی کے ہر محاذ پر پیش قدمی

ہو رہی تھی۔ اِس کا یہ جو ردّ عمل ہوا۔ گاندھی جی اس سے

بے نیاز تھے۔ انہوں نے کہہ دیا تھا کہ میں ہندوستان کو کمزور

سمجھ کر اسے عدم تشدّد پر عمل کرنے کی ترغیب نہیں دیتا ہوں۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ وہ اپنی قوتوں اور طاقتوں کا احساس کرتے ہوئے اس پر عمل کرے۔ میں ہندوستان کو جتانا چاہتا ہوں کہ اس کے پاس ایسی رُوح ہے جو کبھی فنا نہیں ہو سکتی۔ جو جسمانی کمزوری کے باوجود صحت مند ہو سکتی ہے۔ جوشیلے لوگ قومی ذلّت کو زیادہ عرصہ تک گوارا نہ کر سکیں۔ اس لئے ان کا غیض و غضب دوسرے راستے اختیار کرے گا۔

ممکن ہے کہ ہندوستان تلوار کا طریقہ اختیار کر کے وقتی طور پر فتح حاصل کرے، لیکن اس ہندوستان پر مجھے ہرگز فخر نہ ہوگا۔ میں ہندوستان سے اس طرح سے وابستہ ہوں کہ میرے پاس جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور مجھے یقین کامل ہے کہ ہندوستان ساری دُنیا کیلئے ایک پیغام

رکھتا ہے"۔

ہندوستان دُنیا کے لئے ایک پیغام رکھتا ہے۔

یہ کوئی بے بنیاد خیال نہ تھا۔ اِسی پیغام کی بدولت ایشیا اور افریقہ کی محکوم اور نیم محکوم قوموں میں آزادی کی اُمنگ بیدار ہوئی۔ اور اِسی پیغام کی بدولت ہندوستان کی تاریخ میں باہمی تعاون اور مفاہمت کیلئے دَور کا نقیب ثابت ہوا ہے۔

گاندھی جی نے قومی تحریک کیلئے جو راہ نکالی۔ وہ نہ صرف نوآبادیاتی راج کے خلاف قوموں کی جدّوجہد میں کامیابیوں کی ضامن بنی، بلکہ اِس سے بعد میں دُنیا میں جنگ کے راستے کو روکنے میں بھی مدد ملی ہے۔ قوموں کے مزاج سے جارحیت کے رجحانات کو ختم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ قوموں کے ہر ایک عمل کی تربیت امن، آشتی اور انسانی اتّحاد کے اعتماد کے اصولوں پر ہو۔ گاندھی جی اِسی لئے قومی زندگی سے تشدّد کو خارج کر دینا

چاہتے تھے۔ اور آج ہم اندازہ کر سکتے ہیں، کہ یہ رویّہ کتنا

صحت مند اور ضروری تھا۔ دنیا کی رائے عامہ میں یہ احساس

وسیع پیمانہ پر پیدا ہو چکا ہے کہ طاقت کے بل پر بات

کرنے کی پالیسی کسی بھی مسئلہ کو طے نہیں کر سکتی۔ قوموں کے

درمیان امن اور تعاون کو فروغ دینے کا نظریہ گاندھی جی

کے عدم تشدّد کے نظریہ سے الگ نہیں ہے۔ اسی نظریہ کی صداقت

جواہر لال کے کام آئی۔ اور عالمی امن کی جدوجہد میں ان کی بیش

بہا خدمات کا سر چشمہ بنی۔

دسمبر ۱۹۲۱ء میں جب جواہر لال اور ان کے والد موتی

لال نہرو گرفتار ہو گئے۔ تو عدالت سے ان پر کچھ جرمانہ بھی

ہوا تھا۔ اس کو وصول کرنے کے لئے پولیس کو گھر کے فرنیچر

میں سے جو کچھ ہاتھ لگتا، قرق کر کے لے جاتی تھی۔ کیونکہ کانگریس

کا حکم یہ تھا کہ جرمانہ ادا نہ کیا جائے۔

جواہر لال کی صاحبزادی اندرا جی اس وقت چار سال کی تھی۔ جب پولیس روز روز ان کے مکان کے چکر لگانے لگی، تو یہ کمسن لڑکی پولیس والوں پہ بہت بگڑی۔ اور اس نے پولیس والوں کے سامنے سخت احتجاج بھی کیا تھا۔ تین مہینے کے بعد جواہر لال رہا ہو گئے۔ لیکن رہائی کے تھوڑے دنوں کے بعد جواہر لال کو تاجروں پہ مجرمانہ تشدد کرنے کے الزام میں پھر گرفتار کیا گیا۔ دراصل وہ بدیشی کپڑے کی بائیکاٹ کی تحریک چلا رہے تھے۔ اس موقعہ پر انہیں پونے دو سال کی سزا ہو گئی۔ یہ سزا بھگتتے انہیں کم و بیش ایک سال ہو چکا تھا کہ حکومت نے اچانک تمام سیاسی قیدی رہا کر دیئے۔

دسمبر ۱۹۲۳ء میں کانگریس کا سالانہ ناڈا دکن میں ہوا۔ مولانا محمد علی اس کے صدر تھے۔ مولانا محمد علی کی ہدایت پہ جواہر لال نے سیکریٹری کا عہدہ قبول کر لیا۔ اسی اجلاس میں

جواہر لال نے کانگریس سیوا دل کی بنیاد رکھی۔ اِس کا مقصد
رضا کاروں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا تھا، جو اتحادِ عمل
اور نظم و ضبط سے کام لینا سیکھ چکی ہو۔ اگلے سال
آپ الہ آباد میونسپلٹی کے صدر منتخب ہوئے لیکن آپ
نے قبل از وقت اس سے استعفٰی دیدیا۔ ۱۹۲۵ء کے
موسم خزاں میں کملا جی سخت بیمار ہو گئیں۔ اور انہیں مہینوں
لکھنؤ ہسپتال میں زیر علاج رہنا پڑا۔ ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ
انہیں سوئیزرلینڈ لے جایا جائے۔ مارچ ۱۹۲۶ء میں آپ اپنی
بیوی اور صاحبزادی اندرا کے ساتھ یورپ چلے گئے۔
کچھ وقت آپ نے جنیوا اور مونٹانا کی صحت گاہوں میں گذارا۔
اور کچھ وقت کیلئے فرانس، انگلستان اور جرمنی کا دورہ کیا۔
آپ یورپ میں پونے دو برس ٹھہرے۔ اِس دوران آپ
نے ہندوستان کے پرانے انقلاب پسندوں اور جلاوطن

لیڈروں کے ساتھ ربط بنائے رکھا۔ جلاوطن ہندوستانی محبِّ وطنوں میں مولوی عبیداللہ بھی تھے۔ جن کا جواہر لال نے اپنی سوانح حیات میں بڑی عزت سے کیا ہے۔ ان سے اٹلی میں ملاقات ہوئی۔ برلن میں وہ مولوی برکت علی سے ملے، جو ایک جوشیلے اور خوش خلق بزرگ تھے۔ اِس دَوران جواہر لال نے سوویت روس کا بھی دورہ کیا۔ اور اِس ملک میں اکتوبر انقلاب کے بعد جو تبدیلیاں ہو گئی تھیں۔ اِن کا گہرا اثر لے لیا۔ چنانچہ اپنی کتاب "تلاش ہند" میں جواہر لال لکھتے ہیں کہ "روسی انقلاب نے انسانی سماج کو بے انتہا آگے بڑھایا ہے اور ایک ایسی مشعل جلائی ہے۔ جس کا گُل ہونا ناممکن ہے۔ اِن دِنوں موتی لال بھی اپنے بیٹے اور بہو سے ملنے یورپ گئے۔ یہ سارا خاندان سوشلسٹ انقلاب کی دسویں سالگرہ پر ماسکو میں موجود تھا۔ بلجیم میں آپ نے

انڈین نیشنل کانگریس کے سرکاری نمائندے کی حیثیت سے مظلوم قوموں کی عالمی کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کی۔ جواہر لال اِن دنوں ماسکو میں ہی تھے۔ جب انہیں ہندوستان میں سائمن کمیشن کے تقرّر کی خبر ملی۔ وطن واپس آکر آپ مدراس میں کانگریس کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوئے۔ آپ کی کوششوں سے ہی کانگریس نے پہلی بار مکمل آزادی کو اِس اجلاس میں اپنی منزلِ مقصود قرار دیا۔ آپکی طرف سے کاملِ آزادی کی جو قرارداد پیش ہوئی، اِس کی تائید مسز اینی بیسنٹ نے کی۔ اِن قراردوں میں عام روش سے ہٹ کر ایک نئے طرزِ خیال کا اظہار تھا۔ اسی اثنا میں سائمن کمیشن ملک کا دورہ کرنے لگا۔ وہ جہاں جاتا، اِس کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ لاہور میں لالہ لاجپت رائے کی سرکردگی میں ایک عظیم مظاہرہ ہوا جس میں پولیس نے لالہ جی پر سخت ڈنڈے

برسائے۔ اِس کے چند ہفتے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ پنجاب کے نوجوانوں نے اِس تشدد آمیز کاروائی کو قومی ذِلّت تصور کیا۔ اور وہ اِس کا انتقام لینے پر تُل گئے۔ اِن مجاہدوں کی نمائندگی بھگت سنگھ کر رہے تھے۔ بھگت سنگھ کو آن کی آن میں سارے شمالی ہندوستان میں غضب کی ہردلعزیزی حاصل ہوگئی۔ آخر کار اِس محبِّ وطن نوجوان کو پھانسی دیدی تھی جب سائمن کمیشن لکھنو آیا، تو جلسے جلوس پر پابندی عائد کی گئی تھی۔ جواہرلال ایک جتھے کی سرکردگی میں احتجاج کیلئے نکلے، تو گھوڑسوار پولیس نے ان کو گھیر لیا، اور ان پر لاٹھیاں برسائیں۔

۲۹ر اگست ۱۹۲۸ء کو آپ نے آل پارٹیز کانفرنس میں بھی شرکت کی۔ اِس کانفرنس میں ہند کے آئین میں اصلاح کے بارے میں ایک رپورٹ تیار کی گئی، جسے ان کے والِد

شہری موتی لال نہرو کے نام کی رعایت سے نہرو رپورٹ کہا

گیا۔ اس رپورٹ پر دستخط کرنے والوں میں جواہر لال کا نام

بھی شامل تھا۔ اسی برس آپ نے انڈیپنڈنس فار انڈیا لیگ

کی بنیاد ڈالی جس نے برٹش سرکار سے مکمل طور پر قطع تعلق

کرنے کی حمایت کی۔ جواہر لال اس لیگ کے پہلے جنرل سکریٹری

تھے۔

۱۹۲۹ء میں جواہر لال انڈین نیشنل کانگریس کے

لاہور سیشن میں کانگریس نے مکمل آزادی کے حصول کو اپنا

نصب العین بنایا۔

جواہر لال نہرو ہندوستان کیلئے مکمل آزادی کے بغیر

کسی دوسرے درجے پر قانع نہیں رہ سکتے تھے مکمل آزادی کے

بغیر معاشی، سیاسی اور تہذیبی ترقی ادھوری تھی۔ اور نئے

نظامِ زندگی کی تشکیل کے خواب کو عملی شکل دینا ممکن بھی

نہیں تھا۔ وہ اقتدار کو سماجی زندگی کا رُخ موڑنے کے لئے ایک ذریعہ مانتے تھے، اور اِس میں عوام کو براہِ راست شریک کرنا چاہتے تھے۔ اِس زمانے میں جب مُلک کے اندر فرقہ وارانہ رجحانات کو ہوا دی جا رہی تھی۔ برطانوی حکومت عوام میں پھوٹ ڈالنے کیلئے نئے نئے جال بچھا رہی تھی۔ اور جواہر لال کی بیباک اور انقلابی شخصیت سے خوف محسوس کر رہی تھی تو کانگریس کے اندر بھی ایسے لوگ موجود تھے، جو جواہر لال کی سوجھ بوجھ اور اُسکی انتھک تخلیقی ذہانت کے مقابلے میں کافی پچھڑے ہوئے تھے۔ وہ پُورے تشدّد سے اُنکی مخالفت بھی کیا کرتے تھے۔ اِن ہی لوگوں سے مخاطب ہو کر یکم اگست ۱۹۲۹ء میں گاندھی جی نے کہا:۔

جو لوگ میرے اور جواہر لال کے تعلقات کو جانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کسی عہدے پر اُس کا رہنا یا میرا رہنا ایک برابر ہے۔ کچھ باتوں پر ہمارے درمیان

اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے دِل ایک ہیں۔
جواہرلال کا سا قومی خدمات کا جوش و خروش اُس کا
غیر معمولی انضباط اور وفاداری اسے ہیرے سے نہ جُدا
ہونیوالا ایک ایسا ساتھی بنا دیتی ہے، جس میں کوئی بھی
شخص پُورا پُورا اتفاق اور اتحاد رکھ سکتا ہے۔ بہادری
میں اِسے مات نہیں دی جاسکتی۔ دیش کی محبت میں اُس
سے آگے کون بڑھ سکتا ہے"۔

سالِ نَو کے دِن یکم جنوری ۱۹۳۱ء کو آپ کی بیوی کملاجی
گرفتار ہو گئیں۔ سِول نافرمانی کی تحریک کے دوران ابتک
بہت کم عورتوں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ ان میں نہرو جی کی والِدہ
محترمہ سروپ رانی اور ان کی دو بہنیں وجے لکشمی اور کرشنا
بھی شامل تھیں۔ کملاجی کی خواہش بھی یہی تھی کہ وہ دیش کی عورتوں
کے کاز کی حمایت کرتے ہوئے قید ہو جائیں۔ اِن کی یہ خواہش

پوری ہوگئی، وہ ۲۶۵ دِن قید رہیں۔ کیونکہ انہیں موتی لال کی
حالت اچانک خراب ہوجانے پر رہا کر دیا۔ موتی لال اِسی
سال فروری کی ۶ تاریخ کو انتقال کر گئے۔

سنہ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۵ء تک نمک ستیہ گرہ اور کانگرس
کی دوسری تحریکوں میں جواہر لال کئی بار جیل گئے۔ ۱۴ فروری
سنہ ۱۹۳۵ء کو آپ نے المورہ جیل میں اپنی سوانح حیات مکمل کی۔
اِس سال کملاجی کی بیماری کی وجہ سے آپ کو رہا کر دیا گیا۔
آپ رہائی کے بعد اپنی بیمار اہلیہ سے ملنے سوئیزرلینڈ گئے۔
فروری اور مارچ سنہ ۱۹۳۶ء میں جواہر لال لندن اور روم گئے۔
وہ جولائی سنہ ۱۹۳۸ء میں اسپین بھی گئے۔ جبکہ وہ ملک خانہ جنگی
میں مُبتلا تھا۔ یہاں اُنہوں نے انقلاب پسندوں کی بھرپور
حمایت کی، اور فاشزم کی مخالفت کی۔

دوسری عالمگیر جنگ شروع ہونے سے

کچھ وقت پہلے ہی اُنہوں نے چین کا دورہ کیا۔ ۱۹۳۸ء

میں آپ کی بیوی کملا اور والدہ سروپ رانی وفات

پاگئیں۔ اِن متواتر صدموں کے باوجود آپ انتھک قومی

سرگرمیوں میں رہنمایانہ رُول ادا کرتے رہے۔

جنگ میں ہندوستان کو زبردستی شریک کرنے

کے خلاف احتجاج کے طور پر انفرادی ستیہ گرہ کرنیکی وجہ

سے شری نہرو کو ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء کو گرفتار کر لیا گیا۔ دسمبر

۱۹۴۱ء میں انہیں دوسرے لیڈروں کے ساتھ رہا کیا گیا۔

۷ اگست ۱۹۴۲ء کو آل انڈیا کانگریس کے بمبئی

کے اجلاس میں شری نہرو نے "ہندوستان چھوڑ دو" کی تاریخی

قرارداد پیش کی - ۸ اگست ۱۹۴۲ء میں وہ دوسرے

لیڈروں کے ساتھ گرفتار کر لیے گئے - اور احمد نگر قلعہ میں

لے جائے گئے - یہ ان کی طویل ترین اور آخری نظر بندی تھی - وہ

گئل نوبار جیل گئے۔

جنوری ۱۹۴۵ء میں رہائی کے بعد انہوں نے

سبھاش چندر بوس کی آزاد ہند فوج کے افسروں اور

نوجوانوں کے لئے جن پر مُلک دشمنی کا الزام لگایا

گیا تھا قانونی دفاع کی تنظیم کی۔

مارچ ۱۹۴۶ء میں شری نہرو نے جنوب

مشرقی ایشیا کا دورہ کیا۔ ۶ر جولائی ۱۹۴۶ء کو وہ

چوتھی بار کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔

۱۹۴۶ء میں شری نہرو نے اِن مذاکرات میں نمایاں

حصّہ لیا۔ جن کی بناء پر حکومت چلانے کے اختیارات منتقل

ہوئے۔ انہوں نے جمہوری حکومت بنائی اور ۲ر ستمبر ۱۹۴۶ء

کو گورنر جنرل کی ایگزیکٹیو کونسل کے نائب صدر کے عہدہ کا حلف

اُٹھایا۔ اِسی حکومت میں وہ امورِ خارجہ کے ممبر انچارج تھے۔

۲۳ر مارچ ۱۹۴۷ء کو دہلی میں ایشیائی کانفرنس کا افتتاح کیا۔ ۱۵ر اگست کو آپ نے آزاد ہندوستان کے وزیراعظم کا عہدہ سنبھالا۔ اور ۳۱ر اگست کو آپ فساد زدہ پنجاب کے دورہ پر گئے۔ ۱۷ر فروری ۱۹۴۸ء کو دستور ساز اسمبلی میں ناوابستگی کی پالیسی پیش کی۔ خارجہ معاملات میں آپ نے ہندوستان کو ایک آزاد پالیسی عطا کی۔ اور مختلف بین الاقوامی معاملات میں سخت دباؤ اور نکتہ چینیوں کے باوجود وہ اس پالیسی سے ایک لمحہ کیلئے بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ بالآخر دنیا کو ہندوستان کی غیر جانبداری کے نظریہ کی اہمیت کا احساس کرنا پڑا۔ اور بڑی طاقتوں کو عالمی امن کی بقاد کیلئے اس کی اہمیت کرنا پڑی۔

۱۳ر اپریل ۱۹۴۸ء کو آپ نے ہیراکڈھ بندھ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ سائنس کے ایک طالب علم ہونے کے ناطے

سائنس اور ٹیکنالوجی سے مرتب ہونے والے انقلابی

اثرات سے آپ بخوبی آگاہ تھے، اور چاہتے تھے کہ ان

کے سہارے سے ہمارا ملک ترقی کی راہ پہ گامزن ہو سکے۔ اور

بھوک اور غربت کے شکنجہ سے نکل سکے۔ وہ اُمید کرتے تھے

کہ بڑے بڑے پروجیکٹ چالو ہوں گے، وہ یہ بھی جانتے

تھے کہ سیاسی آزادی کیلئے سماجی آزادی اوّلین ضرورت ہے۔

اور یہ صرف اقتصادی ترقی کی بدولت ہی مل سکتی ہے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی سے ترقی کے نئے نئے راستے کھل سکتے

ہیں۔ اور اِن وسائل کا استعمال ہو سکتا ہے، جو کہ ابھی تک

استعمال میں نہیں آ سکتے۔ ۲۶ اکتوبر کو دولت مشترکہ کے وزراء

اعظم کی کانفرنس میں شرکت کی۔ دولت مشترکہ میں ممبر کی

حیثیت سے ہند کا داخلہ بعض لوگوں کیلئے ناگوار خاطر تھا۔

اس سال ۳ نومبر کو آپ نے پیرس میں

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقریر کی۔ ۱۹۴۹ء میں
۲۰ر جنوری کو آپ نے انڈونیشیا میں ڈچ حملے کے خلاف ۱۹
ایشیائی ملکوں کی کانفرنس کا افتتاح کیا۔ انہیں ہمیشہ
کم ترقی یافتہ ملکوں کی بہبود اور محکوم ملکوں کی آزادی کی تحریکوں
کا خاص خیال رہتا تھا۔ انہیں سب سے زیادہ دلچسپی افریقی
اور ایشیائی ملکوں کے استحکام سے تھی۔ اس کا پہلا ٹھوس
اظہار اس کانفرنس میں ہوا۔

۲۴ر ستمبر ۱۹۴۹ء کو آپ نے پاکستان سے جنگ
نہ کرنے کی پیشکش کی۔ ۱۷ر اکتوبر سے ۱۹ر اکتوبر تک امریکہ کا
سرکاری دورہ کیا۔ اس دورہ کیلئے آپ کو صدر ٹرومین نے
دعوت دی تھی۔ اسکے بعد بھی آپ تین بار امریکہ کے
دورے پر گئے۔ ۱۹۶۱ء میں جب آپ امریکہ گئے تو
ان کا دورہ کچھ خاص اہمیت کا حامل تھا۔ صدر کینیڈی

نے اِس موقعہ پر جواہر لال کو امریکہ کے عظیم رہنما لنکن سے
مشابہت دی۔ اور اپنا اُستاد سمجھ کر تعظیم کی۔ صدر جان
ایف کنیڈی کے ساتھ یہ اُن کی پہلی ملاقات تھی، جو ایک
سال سے بھی کم عرصہ پہلے امریکہ کے نئے صدر منتخب ہوئے
تھے۔ اور بدقسمتی سے تین سال تک صدارت کا عہدہ سنبھالتے
ہوئے ٹیکساس کے دورے کے دوران ایک ہتھیارے کے ہاتھوں
قتل ہوئے۔ دونوں لیڈروں کے مابین جو دوستانہ اور
ہمدردانہ بات چیت ہوئی تھی۔ اس نے ہندوستان
اور امریکہ کے باہمی تعلقات کو مفاہمت کی ایک نئی
سطح پر لا کھڑا کیا۔ دونوں رہنماؤں کو خاص امتیاز حاصل
تھا جس کی وجہ سے دونوں کی اوّلین ملاقات عظیم
ثابت ہوئی۔ مسٹر کنیڈی دُنیا کی عظیم ترین جمہوریت
کے سربراہ تھے۔ جبکہ شری نہرو ایک ایسے عظیم ترین

ملک کی نمائندگی کرتے تھے جس نے آزادی اور خود مختاری کے اصولوں کو اپنایا ہے۔

دونوں رہنماؤں کی ملاقات ایسے موقعہ پر ہوئی تھی۔ جب دنیا میں مقابلتاً امن تھا اور سرد جنگ پڑ گئی تھی۔ چینی کمیونسٹوں نے ہندوستان کی شمالی سرحدوں پر کھلم کھلا حملہ کر کے ابھی دوستی کی آڑ میں دغابازی نہیں کی تھی۔

جواہر لال دو بار صدر امریکہ کے مہمان رہے ۱۹۴۹ء میں وہ صدر ٹرومین کی دعوت پہ واشنگٹن گئے۔ ۱۹۵٦ء میں آپ صدر آئزن ہاور کے مہمان تھے۔ شری نہرو تیسری بار مسٹر کینیڈی کی دعوت پہ واشنگٹن گئے۔

نہرو کینیڈی بات چیت دو بڑے مسائل سے تعلق رکھتی تھی۔ دنیا کی چھوٹی اور آزاد حکومتوں

کو کیونکر برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ اور انہیں کسی بیرونی حملے
سے کیوں کر محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

وزیر اعظم نہرو کے اس دورے نے امریکی
اخباروں میں جو دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔
ایک ہفتے کے دوران میں وہ ہر ٹیلی ویژن اسٹیشن کے پروگرام
میں شامل ہوئے۔ اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا۔ وہ بڑے بڑے
رسالوں کے پہلے صفحے پر شائع ہوتا رہا۔ نیشنل پریس کلب میں
جب انہیں دعوت دی گئی تھی، تو اس میں واشنگٹن میں مقیم
تمام بڑے بڑے اخباری نمائندے مدعو تھے۔ اور ان کی روانگی پہ
ان کی موٹر کار ایک ایسی سڑک پر سے گذری تھی۔ جو ان
کے مداحوں اور دوستوں سے کھچا کھچ بھری پڑی
تھی۔ شری نہرو کے بارے میں امریکی اخبارات
کی کیا رائے تھی؟ اس کا مظہر "فلے ڈلفیا انکوائرر"

ہے۔ جس نے لکھا تھا کہ :-

وزیر اعظم نہرو پھر امریکہ آئے ہیں۔ لوگوں نے
اسی گرمجوشی اور محبّت کے ساتھ ان کا سواگت
کیا، جو ہمیشہ ان کا حصّہ رہا ہے۔ اس گرم
جوشی اور محبّت کی وجہ یہ ہے کہ امریکہ کے
لوگوں کو علم ہے کہ اپنے ملک کو جدید اقتصادی
طور پر مضبوط بنانے کے لئے ان ۴ برسوں میں
انہیں کن مشکلات اور مسائل کا سامنا رہا ہے"۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۹ء کو جواہر لال نے کینیڈا کا
دورہ کیا۔ اور وہاں کی پارلیمنٹ سے خطاب کیا۔ ۲۸ر
جنوری ۱۹۵۰ء کو سپریم کورٹ کا افتتاح کیا۔
اور مارچ کے مہینے میں منصوبہ بندی کمیشن کی تشکیل
دی۔ اور اس کے صدر بنے۔ منصوبہ بندی کمیشن کو ان کی

رہنمائی میں بڑی اہمیت حاصل ہوئی۔ انہوں نے اِس
ضمن میں بھی کوشش کی، کہ لوگوں کا مطمع نظر منصوبہ بندی
سے وسیع ہو، اور سماجی انقلاب کے اِس طریقے کے
لئے عوامی قوت حاصل ہوجائے۔ آپکی مسلسل کوشش یہی رہی
کہ وہ اِس مقصد کے لئے راستے معیّن کریں۔

مارچ سنہ ۱۹۵۰ء میں آپ نے نہرو لیاقت سمجھوتے پر
دستخط کئے۔ ۲۶ اپریل کو آپ حکومت پاکستان کی دعوت
پر کراچی گئے، جہاں بڑی گرمجوشی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا
گیا۔ ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۵۰ء کو آپ نے کوریا کی جنگ ختم کرنے
کی اپیل کی۔ اور امریکہ کو چین کی سرحد پر بمباری کرنے سے
روکا۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں آپ نے قاہرہ، جنیوا، لندن اور پیرس
کا سفر کیا۔ ۱۱ جون ۱۹۵۱ء کو نیپال کا سرکاری دورہ کیا۔ ۱۸
اکتوبر کو دہلی میں ۵۷ ویں کانگریس اجلاس کی صدارت کی۔

۱۸ر جنوری ۱۹۵۳ء کو حیدر آباد میں کانگریس اجلاس کی۔

اسی سال ۲۸ مئی کو ملکہ الزبتھ دوم کی تاجپوشی میں شرکت کرنے کے لئے لندن گئے۔ پھر ۲۵ر جولائی کو حکومت پاکستان کی دعوت پر کراچی تشریف لے گئے۔

۲۷ر اپریل سے ۳ر مئی ۱۹۵۴ء تک سیلون کا ایک ہفتہ کا دورہ کیا۔ ۲۵ر جون ۱۹۵۴ء تک چین کے وزیر اعظم چو۔ این لائی آپ سے ملنے دہلی آئے۔ یہ جواہر لال ہی تھے، جنہوں نے سب سے پہلے یہ محسوس کیا کہ چین کا نیا دورِ حکومت قائم ہونے والا ہے۔ چنانچہ جن ملکوں نے سب سے پہلے چین کی نئی حکومت کو تسلیم کیا، ہندوستان اُن میں سے پہلا تھا۔ جواہر لال نے چین کی حکومت پر پورا پورا اعتماد کیا۔ اور یہ اِن ہی کی ذات تھی جس نے چین کو بانڈونگ میں افریقی و ایشیائی ممالک

کی کانفرنس میں متعارف کرایا۔ ۱۹۵۴ء میں انھوں نے
مسٹر چو۔این۔لائی کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کیے۔
جس میں بقائے باہم کے پانچ اصول، جو پنچ شیل کے
نام سے مشہور ہیں، مندرج تھے۔ بعد کے برسوں میں بھی
جواہر لال چین کی جانب بدستور دوستی کا ہاتھ بڑھاتے رہے۔
اسلئے جب اکتوبر ۱۹۶۲ء میں چین نے ہندوستان پر حملہ کیا۔
تو انہیں اتنا دکھ ہوا جس کی انتہا نہیں تھی۔

اکتوبر ۱۹۵۴ء میں شری جواہر لال نے چین کا سرکاری
دورہ کیا۔ اور ہندی چینی بھائی بھائی کا نعرہ بلند کیا۔ ۱۳ اپریل
۱۹۵۵ء کو مصر کے صدر ناصر سے ملے، جو ان دنوں وزیر اعظم
تھے، اور ان کے ساتھ بنڈونگ میں افرو ایشیائی کانفرنس
میں شمولیت کی۔ نوآبادیاتی نظام کے خلاف صف آراء
ہونے کے لیے بنڈونگ کانفرنس سے ایشیائی افریقی

ایکتا کا ایک نیا اُبھار پیدا ہوا - امن کے مجاہدوں
کی تنظیمیں سرگرمِ عمل ہوئیں - اس سے دیرپا امن کو یقینی
بنانے کی جدوجہد دنیا کے ایماندار لوگوں کی اہم ضرورت
بن گئی - افرو ایشیائی کانفرنس نے اس بات کو
پوری طرح ثابت کر دیا ہے کہ جنگ لابدی نہیں ہے -
آج دنیا میں ایسی قوتیں موجود ہیں جو عام سلامتی کو برقرار
رکھ سکتی ہیں - بین الاقوامی میدان میں طاقتوں کا
توازن لگاتار امن پسند عوام اور حکومتوں کی حمایت میں
ہوتا جا رہا ہے - ۱۳ سے ۱۸ مئی ۱۹۵۵ء میں پاکستان
کے وزیر اعظم محمد علی اور وزیر خارجہ اسکندر مرزا
سے بات چیت کی -

۵ جون ۱۹۵۵ء کو آپ نے قاہرہ میں مصر کے وزیر اعظم
ناصر سے ملاقات کی - ۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء کو آپ نے

بھارت رتن کا اعزاز حاصل کیا۔ اور ۱۹ر جولائی کو انڈونیشیا
کے صدر سوئیکارنو سے ملے۔ ۲۱ر ستمبر ۱۹۵۵ئہ کو لاؤس کے
شہزادہ اور وزیر اعظم کے ساتھ لاؤس پر عجیبوا سمجھوتے
کے بارے میں مشترکہ بیان پر دستخط کئے۔ ۱۸ر نومبر ۱۹۵۵ئہ
کو روس کے وزیر اعظم مارشل بلگانن اور اس وقت
روس کی کمیونسٹ پارٹی کے فرسٹ سیکریٹری مسٹر
خروشچیف کا ہندوستان میں خیر مقدم کیا۔ اِسی
موقعے پر مسٹر خروشچیف نے کہا کہ سوویت روس میں جواہر
لال نہرو کو ہند سوویت دوستی کے ایک معمار کی حیثیت
سے بہت یاد کیا جاتا ہے۔ جواہر لال نہرو نے اکتوبر انقلاب
کے گہرے اثرات قبول کئے تھے۔ لیکن یہ فوری اثر نہ تھا۔
بلکہ جیسا کہ انھوں نے اپنی سوانح حیات میں لکھا ہے :-
"تیسری دہائی کے ابتدا میں تحریکِ عدم تعاون کی

ناکامی نے انہیں مہاتما گاندھی کے پروگرام کے بعض حصّوں پر تنقیدی نظر ڈالنے پر مجبور کیا۔ اور سوشلزم کی طرف ان کی رہنمائی کی، اور اس طرح جب مارچ ۱۹۲۶ء میں وہ یورپ آئے، تو انہوں نے سوشلسٹ خیالات والے انقلابی عناصر سے تعلقات پیدا کر لئے۔ سوویت یونین میں اپنے والد کے ساتھ نومبر ۱۹۲۷ء میں اکتوبر انقلاب کی دسویں سالگرہ کے موقعہ پر جواہر لال نہرو کے دورے کو اس پس منظر میں دیکھنا چاہئیے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا ہے، یہ دورہ انتہائی مختصر تھا۔ ماسکو میں مشکل سے تین چار دن ان کا قیام رہا۔ اور وہ نئے روس کی طرف ایک ہلکی سی جھلک ہی دیکھ پائے۔ لیکن انہوں نے لکھا ہے:-

"لیکن ہم خوش تھے کہ یہاں آئے، کیونکہ یہ ہلکی سی جھلک بھی کافی تھی۔ اس سے ہم نے روس کے بارے میں بہت کچھ تو نہ جان سکے۔ اور نہ ایسا ممکن تھا۔ البتہ اس سے ہمیں اپنے

مطالعے کے لئے ایک پس منظر ضرور مل گیا۔"

جواہر لال نہرو کو دوسری بار سوویت یونین جانے کا موقعہ جون ۱۹۵۵ء میں ملا یعنی تقریباً تیس سال بعد۔ لیکن اگرچہ اس پوری مدت میں انتہائی خواہش کے باوجود وہ سوویت یونین نہیں جا پائے تھے۔ وہ سوویت یونین کے زبردست دوست تھے۔ یہ انہیں کی ذات تھی جس نے کسی بھی فرد سے کہیں زیادہ اپنے عوام کو اپنے لکھو کھا ہم وطنوں کو اپنے بیانات کے ذریعے سوویت یونین سے اور اس عظیم تبدیلی سے روشناس کرایا جو اس ملک میں وقوع پذیر ہو رہی تھی۔ وہ اجنبی کی طرح سوویت یونین نہیں گئے۔ کیونکہ جیسا کہ انہوں نے دینامو اسٹیڈیم کے ایک دوستانہ جلسہ میں ۲۱ر جون کو کہا۔ وہ گہری دلچسپی کے ساتھ ان عظیم تبدیلیوں اور ترقیوں کا جائزہ لیتے رہے، جو سوویت یونین میں ہو رہی

تھیں۔ آگے چل کر انہوں نے کہا تھا:۔

"ہم لینن کا احترام کرتے تھے، اور ان کی

شمالی شخصیت سے متاثر تھے۔ اس عظیم اور

انوکھے تجربے کے ساتھ ہماری نیک خواہشات

تھیں، جو سوویت یونین میں کیا جا رہا تھا اور ہمیں

جب بھی موقعہ ملا ہم نے ان سے سبق لینے کی کوشش کی"۔

سوویت یونین میں جواہر لال کا دورہ دونوں ملکوں

کے درمیان تعلقات کا ایک سنگِ میل ثابت ہوا۔ یہ

اس دورہ کے درمیان سوویت رہنماؤں سے ان کی گفتگو

ہی تھی جس نے سوویت یونین اور ہندوستان کے باہمی

معاشی تعاون کی داغ بیل ڈالی۔ اور یہ طے ہوا کہ پبلک

سیکٹر میں بھاری صنعتوں کے کارخانوں کے قیام کے سلسلہ

میں سوویت یونین ہندوستان کی مدد کرے گا۔ اس

میدان میں تعاون کا پہلا نتیجہ فولاد کے بھلائی کارخانے
کے روپ میں ظاہر ہوا۔ پھر جب ۷ ستمبر ۱۹۶۱ء میں دوبارہ سوویت
یونین گئے، تو یہ تعاون فروغ پا چکا تھا، اور اسے بلوغت
حاصل ہو چکی تھی، بھلائی کی تعمیر ہو چکی تھی، اور اس کے بعد
ان دوسرے بڑے منصوبوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔
جن میں سے ہر ایک منصوبہ ہند سوویت دوستی کا ایک روشن مینار ہے۔
نہرو نے ۸ ستمبر کو کریملین میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے
ہوئے کہا تھا:۔

"ان برسوں کے دوران ہند سوویت تعلقات اور
باہمی تعاون میں خاطر خواہ ترقی ہوئی ہے۔ ہمارے تجارتی
تعلقات میں بھی عظیم اضافہ ہوا ہے، اور اسی طرح ہمارے
تہذیبی تعلقات میں بھی۔ سوویت مدد سے ہندوستان
میں بڑے بڑے کارخانے بنے ہیں، یا بنائے جا رہے ہیں اور

اِس کے ساتھ معاشی، تیکنیکی تعاون ہندوستان کی قومی معیشت کی ترقی کے سلسلہ میں کافی بار آور ہو رہا ہے۔

۲۸ اپریل ۱۹۵۶ء کو آپ نے بمبئی میں پہلے ایٹمی ری ایکٹر کے قیام کے بارے میں کینیڈا سے سمجھوتے پر دستخط کئے۔ آزادی کے بعد ہندوستان نے ایٹمی قوت کے فروغ کے لئے اہم کام کیا ہے۔ اقتصادی میدان میں ہندوستان کو ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ لیکن ایٹمی قوت کے میدان میں وہ دُنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ آدھ درجن ملکوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

جواہر لال نہرو کی عظیم بصارت، تخیّل اور ہمّت کی بدولت ہی اِتنا بڑا کام ممکن ہوا۔ ایٹمی قوّت کے ذریعہ کی حیثیت سے انہوں نے اِس کام میں گہری دلچسپی لی۔ پنڈت نہرو ایک ایسے سماج کے لئے کوشاں تھے جس میں ہر ایک فرد کو بہتر زندگی بسر کرنے کا موقع ملے۔

وہ جانتے تھے، کہ یہ محض سائینس اور اس کے استعمال سے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ اِن کا عقیدہ تھا کہ ہندوستان جدید سائینس کو اپنا کر ہی اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لئے وہ سائنسی ترقی میں ایٹمی توانائی کو اپنی سب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ سنہ ۱۹۵۴ء میں ایٹمی قوّت کے محکمے کے قیام کے بعد ایٹمی قوّت کے پُرامن استعمال پر غور وخوض کے لئے نئی دہلی میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی۔

اِس کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ ایٹمی قوّت ترقی پذیر مُلکوں کے لئے اور بھی اہمیّت رکھتی ہے۔ کیونکہ ترقی یافتہ مُلکوں کے پاس تو دیگر کئی ترقی کے وسایل ہیں۔ انہوں نے شروع ہی سے ایٹمی قوّت سے متعلق تحقیق اور ترقی پر زور دیا۔ اور ایٹمی قوّت کے محکمے کو اپنے پاس ہی رکھا۔ انہوں نے ایٹمی قوّت کے پروگرام میں بڑی

دلچسپی لی، اور کئی بار کام دیکھنے ٹرامبے آئے۔

۱۹۵۷ء میں ٹرامبے کے ایٹمی قوت کے ادارے اور "اپسرا" نامی ایٹمی بھٹی کا افتتاح کرتے ہوئے انہوں نے کہا:-

ہندوستان اور ایشیا کے دوسرے ملک اپنے عوام کے رہن سہن کو سدھارنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ کچھ لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ ایٹمی قوت کی ترقی کا اقتصادی ترقی کے ساتھ کوئی راست تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے، کہ ہم جو کام کرتے ہیں ان سب کے نتائج فوراً حاصل نہیں ہو سکتے۔ جس طرح صنعتی انقلاب لوگوں کی خواہش کے مطابق یا خلاف آکر ہی رہا۔ اسی طرح ایٹمی یگ بھی آکر ہی رہے گا۔ اسلئے یا تو آپ بھی اس سمت میں آگے بڑھیں۔ ورنہ

دوسرے لوگ آگے نکل جائیں گے، اور آپ پیچھڑ
جائیں گے۔ ملک کی ترقی میں ایٹمی توانائی
سے آگے چل کر کتنی مدد مل سکے گی۔ شری جواہر
لال نہرو اسے جانتے تھے

آپ نے ۱۲ سے ۱۴ نومبر ۱۹۵۶ کو نئی دہلی
میں مصر کی صورتِ حال پر غور کرنے کے لئے کولمبو ملکوں
کے وزراء اعظم کی کانفرنس میں حصہ لیا۔ اور پورٹ
سعید پر تین ملکوں کے جارحانہ حملے کی شدت سے مذمت
کی۔ بین الاقوامی معاملات میں ان کے دلیرانہ رویہ کی
ایک نمایاں مثال ہنگری سے متعلقہ جبر کے وقت
ان کا موقف تھا۔ انہوں نے سوویت ہی برطانوی یا
حکومت کی کارروائی کی مذمت کرنے میں ذرا بھی
پس و پیش نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے انہیں جلد
بازی کا الزام دیا۔ مگر یہ حملہ ایشیائی ضمیر
کے لئے ایک چیلنج تھا۔

انہوں نے ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو اقوام متحدہ کو ایک اہم پیغام بھیجا جس میں عالمی تنظیم سے درخواست کی گئی تھی، کہ وہ مصر کے خلاف حملے کو رکوانے کے لئے جلد کاروائی کرے۔

آپ نے روس کے وزیر اعظم مسٹر خرو شچیف کو لکھا کہ وہ اِس جارحانہ کاروائی کے خلاف مصر کی حمایت کریں۔ مختلف ممالک میں قوم پرستانہ تحریکوں کی حوصلہ افزائی کی پالیسی کے تحت ہی اُنہوں نے ایشیا اور افریقہ کے نوآزاد اور اُبھرتے ہوئے مُلکوں کی مکمّل حمایت کریں۔

۲۸ نومبر ۱۹۵۶ء کو نئی دہلی میں چین کے وزیر اعظم چو۔این لائی سے سرحدی تنازعہ پر پھر بات چیت کی۔ اِس سال دسمبر میں آپ دوبارہ امریکہ، کینیڈا اور یورپ کے سفر پہ گئے۔ اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقریر کی۔ جس میں ایٹمی

ہتھیاروں کی دوڑ پہ زبردست انتباہ کیا۔

آخر دسمبر ۱۹۵۶ء سے جنوری ۱۹۵۷ء تک دہلی میں چو۔این لائی سے پھر بات چیت کی۔ ۲۸ر جنوری ۱۹۵۷ء کو ٹرامبے میں ایشیا کے پہلے ایٹمی ری ایکٹر کا افتتاح کیا۔ ۱۷ر اپریل ۱۹۵۷ء کو عام چناؤ کے بعد شری نہرو کی قیادت میں نئی مرکزی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ اسی سال ۲۶ر جون سے ۵ر جولائی تک مشترکہ سے وزرائے اعظم کی کانفرنس میں حصہ لینے لندن گئے۔ اور ہالینڈ، مصر اور سوڈان کا سفر کیا۔ واپسی پر آپ اکتوبر میں جاپان کے دورے پر گئے۔ ۱۶ر ستمبر سے ۲ر اکتوبر ۱۹۵۸ء تک بھوٹان کا دورہ کیا اور ۱۹۵۹ء میں دہلی میں گھانا کے وزیراعظم ین نکرومہ کا استقبال کیا۔

جنوری ۱۹۵۹ء میں مشرقی جرمنی کے وزیراعظم اوٹو گروٹول اور یوگوسلاویہ کے صدر ٹیٹو کے ساتھ

تبادلہ خیال کیا۔ ۴ر فروری کو بنگلور میں انسٹی ٹیوٹ آف سائنس کے گولڈن جبوبلی اجلاس سے خطاب کیا۔ ۷ر فروری کو افغانستان کے وزیر اعظم سردار داود خان کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا۔

آزادی ملنے کے چند ہی ہفتوں کے اندر اندر وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی قیادت میں حکومت ہند نے انجینیرنگ اور ٹیکنالوجی کے اعلیٰ اداروں کے قیام کا حکم جاری کیا تھا۔ سب سے پہلے ۱۹۵۱ میں کلکتے کے نزدیک کھڑک پور کے مقام پر ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ اس انسٹی ٹیوٹ کے قیام میں بین الاقوامی امداد نے کافی اہم رول ادا کیا۔ اور یونیسکو نے اقوام متحدہ کے ٹیکنیکل امدادی پروگرام کے تحت غیر ملکی ماہرین کو مہیا کیا۔ چار برس بعد جب بمبئی کے نزدیک انسٹی ٹیوٹ کا منصوبہ بنا۔ تو ایک بار پھر یونیسکو نے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں اہم حصہ لیا۔

اِس مرتبہ ۱۹۵۵ء میں ایک معاہدہ کیا گیا۔ جس کے تحت یونیسکو کو اِس کا مجاز کہا گیا کہ وہ اقوام متحدہ کے ٹیکنیکل اِمدادی فنڈ کے روسی حصّے کو انسٹی ٹیوٹ کے لئے ٹیکنیکل سازو سامان فراہم کرنے میں استعمال کرے۔

۱۰ مارچ ۱۹۵۹ء کو بمبئی کے نزدیک پووائی کے انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کا سنگِ بُنیاد جواہرلال نہرو نے خود اپنے ہاتھوں سے رکھا۔ یہ انسٹی ٹیوٹ ہندوستان کی پانچ انسٹی ٹیوٹوں میں ہے۔ دوسرے چار کھڑک پور، دہلی، مدراس اور کانپور میں ہیں۔ لیکن پووائی کا انسٹی ٹیوٹ ٹیکنالوجی کے اعلیٰ تعلیمی مرکز کے علاوہ کچھ اور حیثیت بھی رکھتا ہے۔ بھلائی کے فولاد کے کارخانے کی طرح یہ بین الاقوامی تعاون کی علامت ہے۔ کیونکہ اِس میں یونیسکو کے توسط سے زیادہ تر سوویت روس

کا سرمایہ لگایا گیا ہے۔ اس میں صرف سوویت مشینیں اور پرزے لگے ہیں۔ اور ابتدا ہی سے اس کے تعلیمی اور تربیتی عملے سے متواتر سوویت سائنس داں اور ماہرین وابستہ رہے ہیں۔ پووائی میں انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (جسے عرفِ عام میں آئی۔ آئی۔ ٹی بھی کہتے ہیں) کے قیام و تعمیر کی کہانی ایک طرح سے نئے ہندوستان کی تعمیر کی کہانی ہے۔ زہریلے سانپوں سے بھرے ہوئے گھنے جنگلوں اور دلدلوں میں یہ جدید ترین عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ جو عوام کی خدمت کے لئے سائنس اور ٹیکنالوجی کے نام وقف ہے۔ اسکی جواہر لال نہرو نے حوصلہ افزائی کی۔ ہندوستانی مزدوروں نے جنگل کو صاف کیا۔ پورے علاقہ کا نقشہ ہندوستانی ماہر تعمیرات نے بنایا، اور ہندوستانی ساز و سامان کو کام میں لے کر ہندوستانی انجینیروں اور معماروں نے حیرت انگیز طور پر کم مدت میں اس عمارت کو

کھڑا کر دیا۔ لیکن اِس انسٹی ٹیوٹ کی منصوبہ بندی تعمیر آراستگی اور کام شروع کرنے تک کے تمام عرصے کے دوران پوا انسٹی ٹیوٹ کو سوویت یونین سے مناسب دوستانہ مدد ملتی رہی ہے۔ اسی طرح سے رانچی میں بھاری مشین سازی کا کارخانہ جب مکمل ہو جائے گا۔ تو سالانہ ۸۰ ہزار ٹن وزنی ساز و سامان تیار کر دیگا جس میں کوک اوون اور ذیلی پیداوار کی مشینیں انجن، بھٹی کا سامان تیل کے بھاری مشینیں کھدائی کے مشینیں، ڈھلائی کا ساز و سامان، تیل کے برمے، اور متفرق بھاری مشینیں اور مشینی مجموعے بھی شامل ہوں گے۔

رانچی میں بھاری مشین سازی کے کارخانے میں ڈھلائی کے کارخانے میں پیداوار شروع ہو جانے سے ہندوستان کی صنعتی ترقی کی تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز ہو گیا ہے۔ اِس موقعہ پر شاندار تقریبیں

ہوئیں۔ وزیراعظم نہرو اور فولاد معدنی کانوں اور بھاری انجینئرنگ کے وزیر سبھرامنیم نے ان تقریبوں میں شرکت کی۔ بقول نہرو رانچی جہاں سوویت یونین اور چیکوسلواکیہ کی ٹیکنیکل اور معاشی امداد بھاری مشین سازی اور ڈھلائی کے پروجیکٹوں کی تکمیل ہو رہی ہے۔ ملک کی ترقی میں خاص حصہ ادا کرے گا۔ کیونکہ وہ ایسی نئی مشینیں تیار کرے گا۔ جن سے نئے صنعتی کارخانے لیس کئے جائیں گے۔ جواہر لال نے زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ کارخانوں کا کارخانہ ہے۔ جنوری ۱۹۵۹ء میں مشرقی جرمنی کے وزیراعظم مسٹر اوٹو گروٹول اور یوگوسلاویہ کے صدر ٹیٹو کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا۔

۴ر فروری کو بنگلور میں انسٹی ٹیوٹ آف سائنس کے گولڈن جوبلی اجلاس سے خطاب کیا۔ ۷ر فروری کو افغانستان کے وزیراعظم سردار محمد داؤد خان کے ساتھ تبادلۂ خیالات کیا۔ ۲۴ر اپریل کو

مسوری میں دلائی لامہ کے ساتھ ملاقات کی اور جولائی میں
پھر نیپال کا دورہ کیا۔

۱۱ر جولائی کو جبل پور کے گن کیرج فیکٹری کے
ٹرک بنانے والے یونٹ کا افتتاح کیا۔ اور ہندوستان
اور پاکستان کے تعلقات کے بارے میں پاکستان
کے صدر ایوب خان کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا۔ اسی
سال ستمبر میں افغانستان کا دورہ کیا۔ شاہ ظاہر شاہ
سے ملے۔ واپسی کے بعد برما کے وزیر اعظم نی ون
کے ساتھ ہند اور برما کے ساتھ چین کے تعلقات
کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا۔

۱۰ر اپریل ۱۹۶۰ء میں نئی دہلی میں مسٹر چو۔ این
لائی کے ساتھ ملاقات کی۔ اور متعلقہ نقطہ ہائے
نظر پر سرکاری سطح پر غور و خوض کئے جانے کا فیصلہ
کیا۔ تاکہ کشیدگی کے وجوہ کو دور کیا جا سکے۔

۱۷ر ستمبر کو پاکستان کے ساتھ دریائے سندھ

کے پانی سے متعلق معاہدے پر دستخط کیے۔ ستمبر ۱۹۶۱ء میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی چوٹی کے اجلاس میں شرکت کی اور امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان مفاہمت اور باہمی تعاون پر زور دیا۔

۱۹ر جنوری ۱۹۶۱ء میں بمبئی میں کنیڈا اور ہند کے نیوکلیر ری ایکٹر کا سرکاری طور سے افتتاح کیا۔

۱۵ر جنوری کو نئی دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں بیان کیا، کہ یہ پکی بات ہے کہ چین نے ہندوستان کی شمالی سرحدوں پر جارحیت کی ہے، اور پاکستان کی طرف سے چین کے ساتھ کشمیر کی حد بندی کے سوال پر بات چیت کرنے کا فیصلہ درست نہیں ہے۔

۷ر فروری کو نئی دہلی میں صحت کی عالمی تنظیم کے اجلاس کا افتتاح کیا۔ اور ۸ر فروری کو مہاراجہ کھٹمان کے ساتھ بات چیت کی، مارچ میں دولت

مشترکہ کے وزراءِ اعظم کی کانفرنس میں شرکت کی۔ ستمبر میں بلگریڈ میں وابستہ ملکوں کی چوٹی کانفرنس میں شرکت کی۔

۱ار دسمبر کو ہی دہلی میں ایشیائی تحریک کی پہلی کانگریس کا افتتاح کیا۔

۱۰ار دسمبر کو پنجاب میں بھاکرہ کے بجلی گھر کا افتتاح کیا، اور ملایا کے حکمرانِ اعلیٰ سے ملاقات کی۔ اِسی مہینہ روس کے صدر برزنیف سے ملاقات کی۔

یکم جنوری ۱۹۶۲ء کو آپ نے آسام میں نون متی کا تیل صاف کرنے کے کارخانے کا افتتاح کیا۔

۳ار جنوری کو ہندوستانی سائنسی کانگریس کے ۱۹ ویں اجلاس کا افتتاح کیا۔

۱۱ار جنوری کو برما کے وزیراعظم اونو سے ملاقات کی۔ اور اِسی دن کامن ویلتھ ایجوکیشن کانفرنس کا

افتتاح کیا۔

۲۴ جنوری کو ہندوستان میں بنائے گئے اولین نشان پیٹرول گاڑی کا افتتاح کیا۔ اور اسی دن متحدہ عرب جمہوریہ کے نائب صدر سے ملاقات کی۔

۱۸ جنوری کو ڈنمارک کے صدر کیمپ مان سے ملاقات کی۔

۱۰ اپریل ۱۹۶۲ء کو تیسرے عام انتخابات کے بعد انہیں نئی حکومت بنانے کی دعوت دی گئی اور نئی کابینہ نے حلف اٹھایا۔

۱۸ اپریل ۱۹۶۴ء کو نیپال کے مہاراجہ مہندر سے ملاقات کی۔ جون میں قومی یک جہتی کی کونسل کی میٹنگ کی صدارت کی۔ ستمبر میں دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس میں شرکت کے بعد پیرس اور قاہرہ کا دورہ کیا۔

۲۱ ستمبر کو پیرس میں یونیسکو کے اجلاس

خطاب کیا۔ ۱۴ر اکتوبر کو چینی جارحیت کا متحدہ طور پر مقابلہ کرنے کے لئے قوم سے اپیل کی ۔ ۲۷ر اکتوبر کو آپ نے چینی وزیر اعظم کو لکھا کہ جب حقیقی اور نئی جارحیت کی جارہی ہو تو ہندوستان اِس سے اتفاق نہیں کرسکتا۔

آپ نے چین سے کہا کہ وہ ۸ر ستمبر ۱۹۶۲ء سے پیشتر والی حالت کو برقرار رکھے۔ اِسی دن آپ نے دُنیا کی تمام قوموں کے سربراہوں کے نام ایک ہی مضمون کا پیغام بھیجا۔ جس میں نقشے بھی دیئے گئے تھے، کہ چین نے ہندوستانی سرحدوں پر کس طرح بے جا دعوے کئے ہیں۔ اِس میں آپ نے لکھا تھا:۔

"ہم جنگ کی ہولناکیوں کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ اور ہماری تمام تر کوششیں جنگ کو روکنے اور امن قایم رکھنے کیلئے وقف رہی ہیں۔ ہم نے اپنے پڑوسیوں کے

ساتھ اپنے اختلافات کو دور کرنے کیلئے
امن کی اس پالیسی پر عمل کرنے کی کوشش
کی ہے۔ اسی لیے پانچ سال پہلے جب لداخ
میں چینیوں نے اپنی جارحانہ کاروائیاں شروع
کیں، تو ہم نے ضبط و تحمل سے کام لیا۔ حتّٰی کہ
جب چینی فوجوں نے ہندوستان کے بارہ ہزار
مربع میل کے علاقے پر قبضہ کر لیا تو بھی ہم نے
کوئی بحران پیدا نہ ہونے دیا۔ بلکہ پُرامن اور
باعزت سمجھوتے کی راہیں تلاش کرتے رہے۔

۱۹۶۰ء میں چینی وزیر اعظم نے مجھ سے ملنے
کی خواہش کا اظہار کیا، اور میں نے آپس کے ان اختلافات
کو پُرامن طریقے سے دور کرنے کا کوئی حل ڈھونڈھ
نکالنے کے خیال سے ان سے فوراً ملاقات کی۔ ہمارے
اختلافات دور نہ ہو سکے۔ لیکن ہم اس بات پر
رضامند ہو گئے کہ دونوں ملکوں کے افسران تمام حقائق

کا جائزہ لیں۔ ہمارے افسروں نے جو رپورٹ تیار کی۔
وہ ہندوستان اور تبّت کی قدیم اور روایتی سرحد
کے بارے میں، جس کی مختلف معاہدوں اور عہد
ناموں کے ذریعے متعدد بار تصدیق ہو چکی ہے۔ ہمارے
دعوٰی کی مکمل حمایت کرتی ہیں۔ مجھے اُمید تھی کہ چینی
حکومت اِن حقائق پر غور کرے گی، اور اختلافات
کو پُرامن طریقے سے دُور کرنے کے لئے مزید
کوشش کی جائے گی۔ بہر حال چین کی جارحانہ
کاروائیاں جاری رہیں، بلکہ اِن میں زیادہ شدّت
پیدا ہو گئی۔ لہٰذا اِن کی جارحانہ پیش قدموں
کو روکنے کے لئے ہمیں محدود دفاعی انتظامات
کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ لیکن ایسے انتظامات
کرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے صلح جوئی کی
کوششیں جاری رکھیں، تاکہ تناؤ کم ہو، اور
ان اختلافات کو دُور کرنے کے سلسلے میں

مسئلہ پر بات چیت کے لئے مناسب فضا تیار ہو جائے۔

۱۹۶۲ء میں آپ نے ملایا کے وزیر اعظم تنکو عبدالرحمان اور قبرص کے صدر آرک بشپ میکاریوس کا خیر مقدم کیا۔ یکم نومبر عارضی طور پر محکمہ دفاع کا چارج سنبھالا۔

نومبر ۱۹۶۲ء کو پاکستان کے صدر ایوب خان کے ساتھ مشترکہ بیان جاری کیا جس میں باہمی اختلافات دور کرنے کے عزم کا اعادہ کیا گیا۔

۱۹۶۳ء میں آپ نے سیلون کی وزیر اعظم شریمتی بھنڈارنائیکے متحدہ عرب جمہوریہ کے وزیر اعظم علی صابری اور گھانا کے مسٹر عطا کے ساتھ ہندوستان اور چین کے جھگڑے کے بارے میں کولمبو تجاویز پر بات چیت کی۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں اقوام متحدہ نے ۱۹۶۵ء کو تعاون کا

سال منانے سے متعلق نہرو کی تجویز منظور کی۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء میں آپ نے بھاکڑہ ڈیم کو ملک کے لئے وقف کیا۔

نومبر میں چترنجن میں اے۔ سی بجلی سے چلنے والے پہلے ریلوے انجن کا افتتاح کیا۔

دسمبر میں اُردن کے شاہ حسین نے نہرو سے ملاقات کی۔ جنوری ۱۹۶۴ء میں آپ نے اُڑیسہ کے ٹیکرہ پارہ ڈیم پراجیکٹ کا سنگِ بُنیاد رکھا۔ کانگریس کے بھوبنیشور اجلاس کے دوران بیمار ہو گئے۔

فروری میں برما کی انقلابی کونسل کے صدر جنرل می نے ون نے دہلی آ کر شری نہرو سے ملاقات کی۔

اِس کے بعد سنگاپور کے وزیر اعظم مسٹر کیوان لیو ملنے آئے۔ کوسی اور گنڈھک پراجیکٹوں کے سنگِ بُنیاد رکھنے کی رسم

کے موقع پر نیپال کے راجہ مہندر سے مُلاقات کی۔

مئی کے شروع میں آپ نے سوڈان کے صدر فاروق ابراہیم عبود سے ملاقات کی اور پھر چند دن آرام کے لئے ڈیرہ دون تشریف لے گئے۔

وہاں سے لوٹے تو ۲۷ مئی کو صبح جب نُور کا تڑکا تھا، تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ جس کے ساتھ ہی دوپہر کے قریب یہ عظیم رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اِس عظیم صدمے پر صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے ریڈیو سے قوم کے نام پیغام دیا اور کہا:۔

رنج و غم کے اِن لمحات میں میں زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہوں گا۔ اِس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ یہ ایسے لمحات

ہیں، جب ہم میں سے ہر مرد، عورت اور بچہ
اپنے خیالات کو اپنے تک ہی رکھنا چاہتا
ہے۔ اور احترام کے جذبے کے ساتھ اس عظیم ہستی
کو اپنا تشکر آمیز خراج عقیدت پیش کرنا
چاہتا ہے جس کی زندگی عظیم الشان خدمات
اور سچی لگن کی زندگی تھی"۔

جواہر لال نہرو ہماری نسل کی عظیم ترین
ہستیوں میں سے تھے۔ وہ ایک ایسے سرکردہ سیاست
دان تھے۔ جس نے انسانی آزادی کے کاز کے لیے
اتنی اعلیٰ خدمات سرانجام دیئے۔ جنہیں فراموش
نہیں کیا جاسکتا۔ وہ جنگ آزادی کے ایک عظیم
سورما تھے۔ اور جدید ہندوستان کو بنانے میں
انہوں نے بے نظیر خدمات انجام دیں۔ ہمارے
ذہنوں پر ہمارے سماجی ڈھانچے پر اور ہماری ذہنی
نشوونما پر اُن کی زندگی اور اُن کے کام کا گہرا اثر

پڑا ہے۔ نہرو کی سرگرم اور ہمہ گیر قیادت کے بغیر
بھارت کی تصویر کا تصور ہمیں مشکل نظر آتا ہے۔
ہماری تاریخ کا ایک دور ختم ہو گیا ہے۔

۲۷ مئی کی شام کے چھ بجے سے ۲۸ مئی
صبح تک جواہر لال کا مرتک شریر لوگوں کے
درشنوں کے لئے رکھا گیا۔ اور اس دوران میں
دو دو فوجی افسر مسلسل ڈیوٹی پر رہے۔ یہ دونوں
افسر مرتک شریر کے دونوں طرف اپنی ڈیوٹی
کے دوران میں اٹینشن میں کھڑے رہتے تھے۔
اور ایک گھنٹے کے بعد ان کی جگہ دوسرے دو
افسر ڈیوٹی پہ آجاتے تھے۔ ڈیوٹی پر آنے والے
افسر آہستہ آہستہ جواہر لال کے مرتک شریر
کی طرف بڑھتے اور پہلے سے ڈیوٹی پر تعینات
افسروں کے نیچے جگہ سنبھال لیتے تھے۔ تب
چاروں افسر سلامی دیتے اور جن افسروں کی

ڈیوٹی ختم ہو جاتی۔ وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ جاتے، اور نئے آنے والے افسر آگے بڑھ کر ڈیوٹی سنبھال لیتے۔ آپ کی آرتی کا جلوس لاکھوں آبدیدہ نگاہوں کے سامنے سے گزر کر شانتی ون پہنچایا گیا۔ اور سپردِ آگ کر دیا گیا۔ یہ دن دنیا میں ماتم کا دن تھا۔ جھنڈے سرنگوں کئے گئے۔ موسیقی کے پروگرام ملتوی کئے گئے۔

جواہر لال کو ہر انسان میں خدا کا پرتو نظر آتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ انسان پر اعتماد میں کبھی نہیں آنے دینی چاہئے۔ ہم خدا سے منکر ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر انسان سے منکر ہو جائیں تو پھر ہمارے لئے کیا امید باقی رہ جاتی ہے۔

اپنی تصنیف "تلاش ہند (ڈسکوری آف انڈیا) میں وہ لکھتے ہیں:۔

"انسان کا جذبہ بھی کتنا حیرت انگیز ہے۔

اپنی بے شمار خامیوں اور کوتاہیوں کے
باوجود انسان صدیوں سے حق و صداقت
کے لئے مادرِ وطن کے لئے اور اپنی عزت و
توقیر کے لئے اپنی جان قربان کرتا رہا ہے،
ہر اُس چیز کی قربانی دیتا رہا ہے، جو اُسے
عزیز رہی ہو۔ آدرش بدل سکتا ہے لیکن
قربانی اور ایثار کا جذبہ برقرار رہتا ہے۔
اور انسان کے لئے اُمید کا دامن چھوڑنا
ناممکن ہے۔ مصیبتوں اور مشکلوں کے باوجود
اس نے اپنی عظمت ختم نہیں ہونے دی۔
اور جن اقدار کو عزیز رکھتا تھا۔ ان پہ اپنے
یقین و اعتماد کو برقرار رکھا۔ انسانی اتحاد
میں ہی زندگی ہے اور حُسن ہے۔"

جواہر لال نے اسی زندگی اور حُسن کو نکھار
بخشنے کے لئے اپنی زندگی وقف کی، اور

لوگوں نے بھی اِس کے عوض میں انہیں پیار دیا، محبّت دی۔ جواہر لال کی اپنی وصیّت میں سب سے قیمتی دولت یہی تھی:۔

"مجھے ہندوستانی عوام سے اتنی زیادہ محبّت اور شفقت حاصل ہوئی کہ میں چاہے جو بھی کام کر لوں، اس کا عشرِ عشیر بھی ادا نہیں کر سکتا۔ درحقیقت محبّت جیسی قیمتی چیز کے لیے تو کوئی ادائیگی ہو ہی نہیں سکتی۔ بہتوں کو عزّت و احترام حاصل ہوا ہے۔ لیکن مجھے ہندوستانی عوام کے تمام طبقوں سے محبّت اور پیار ملا ہے، کہ میں خود اس کے نیچے دبا ہوا محسوس کرتا ہوں۔"

جواہر لال نے قومی تہذیب کو مالا مال کرنے کے لئے آرٹ اور فنونِ لطیفہ کی ترویج کی۔ ملک میں تعلیم اور تربیت کے ہر پہلو پہ جواہر لال

کی فکرِ رسا کے نقش ثبت ہیں۔ اِن کے اِس تصوّر کو ہمیشہ قومی تربیت میں زیرِ نظر رکھا جائے گا کہ تعلیم وہ ہے جو انسان کے دِل و دماغ کی کھڑکیاں کھول دے تاکہ وہ اِس دُنیا کو جو ہر قسم کے وسائل، ذرائع، مادی اور روحانی ترقی کے امکانات سے بھری ہے، زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا کر اپنے کردار کی تعمیر کر سکے۔ اِس کا دماغ بیدار ہو، وہ اندھے کی طرح اِس دُنیا میں رہ کر بے احساس گذر نہ جائے۔ اِس کا دِل وسیع ہو تاکہ وہ انسانوں کے دُکھ درد کو محسوس کر سکے، ان کے ساتھ رواداری اور رفاقت سے پیش آ سکے۔ جواہر لال کے نام کے ساتھ گرمجوشی اور نئے عزائم کا اظہار قدرتی ہے۔ کیونکہ ان کی شخصیت کچھ ایسی یادیں بھی تازہ کر دیتی ہے جو ہماری تاریخ کا ایک حصہ بن چکی ہیں۔ اِن کا نام ایک طرف ایک عظیم سلطنت کے زوال کا نشان

ہے۔ تو دوسری طرف ایک پچھڑی ہوئی قوم کے افتخار اور عظمت کا باعث ہے۔ ہندوستان کی پسماندگی اور اس کا پچھڑا پن بنیادی طور پر غیر ملکی غلامی کا لازمی نتیجہ تھا۔ اور اس کے خلاف ہندوستان کے عوام کی نفرت اور آزاد قوموں کی طرح جینے کی خواہش کا احساس ہی ہی اس عظیم الشان قومی تحریک کا محرک ثابت ہوا۔ جس نے نہ صرف ہندوستان کو اس کا کھویا ہوا وقار لوٹا دیا۔ اس کے عروج کے دروازے کھول دیئے۔ بلکہ اسی قومی تحریک نے یہ احساس بھی اُجاگر کیا۔ کہ اس ملک میں اگر بھانت بھانت کی زبانیں بولنے والے لوگ رہ رہے ہیں۔ لیکن ان کے دلوں کی دھڑکن ایک ہے۔ آواز ایک ہے۔ تقاضے ایک ہیں۔ فرقوں، ذاتوں، زبانوں اور رسم ورواج کی اس کثرت میں زندگی کا

حسن اور رنگا رنگی ہے۔ اور یہی ہندوستان کے وحدت کی جان ہے۔ یہ وحدت قومی آزادی کی تحریک نے اپنے اصلی روپ میں آشکارا کر دی۔ اور آزادی نے اِس کو نکھار بخشدیا۔ ہماری یہ تحریک نہ صرف ہماری قومی آزادی کے حصول کا ذریعہ بنی۔ بلکہ ہندوستان کی قومی یگانگت ہندوستانی عوام کے بھائی چارے، رفاقت اور برادرانہ اتحاد کا بے مثال اظہار بھی اِسی تحریک سے ہوا۔ اِس تحریک کو قوت بخش دینے، اِس کی کامیابی کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کرنے میں دہلی کا مسلمان، پنجاب کا سکھ پیش پیش تھا۔ تو بمبئی کا پارسی اور مدراس کا ہندو بھی اس میں برابر کا شریک تھا۔ یہ شراکت اور رفاقت عوامی صفوں تک ہی محدود نہ تھی، بلکہ رہنمائی کے ہراول دستوں میں جواہر لال سی ایک ایسی لیڈرشپ موجود

تھی، جو راستے کے روڑے ہٹاتی رہی۔

جواہر لال نہرو ہندوستان کے اقتصادی منصوبوں کے اوّلین معمار تھے۔ اگرچہ تین پانچسالہ پلانوں نے ہندوستان کو اقتصادی ترقی کی اس منزل پر نہیں پہنچایا ہے، جہاں اس کی معیشت خود کفیل ہو سکے۔ تاہم ان کی موت کے وقت تک جدید اقتصادی نظام زندگی کا ڈھانچہ کھڑا ہو گیا ہے۔ بہت کچھ حاصل کیا جا چکا ہے۔ اِن کی رہنمائی میں ہندوستان میں ایسے اقتصادی انقلاب کی بنیادیں کھڑی کی گئی ہیں، جو لاکھوں، کروڑوں لوگوں کی خوشحالی اور مطمئن زندگی کا باعث ہو سکتی ہے۔

نہرو کی یادگار جدید ہندوستان ہے، وہ خود اس کے معمار تھے۔ اِس فردِ واحد نے

اتنی بھاری آبادی کو ایک دھاگے میں پروئے رکھا تھا۔ اور اس سے ایک قوم بنایا۔ یہ جیتا جاگتا ہندوستان، اس کی قوت اور اس کی سپرٹ غیر معمولی طور پر نہرو کے شاہکار ہیں۔ اور اس جدید ہندوستان کی تعمیر کے عمل میں نہرو نے جمہوریت اور سماجی ترقی سے ایسی لگن دکھائی جو نئی نئی قوموں کی اس دنیا میں قریب قریب بے مثل ہے۔ ہندوستان کے لوگوں میں انہیں جو اثر و رسوخ حاصل تھی وہ زیادہ تر اخلاقی تھی۔ وطن کے لوگ ان کی پوجا کرتے تھے۔ مغربی دنیا جمہوریت کے اس ممتاز انسان کی پرستش کرتی تھی۔ کمیونسٹ ملکوں نے انہیں ایسا قوم پرست پایا تھا جو جھک نہیں سکتا تھا۔ اور جس نے ہندوستان کے مفاد کو ہر بات پر ترجیح دی تھی۔ تاریخ پہلے ہی انہیں ایک ایسا رہنما تسلیم کر چکی ہے۔

جس نے ایشیا کو صدیوں کی شکست خوردگی کے جذبے سے آزاد کر دیا۔ اور گاندھی جی نے شہادت سے صرف دس دن پہلے ایک پرارتھنا سبھا میں کہا تھا:۔

"یہ ہمارے لئے بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے اِس خوبصورت دیش نے ایک مہاپُرش پیدا کیا ہے۔ بنی نوع انسان کی خدمت میں جس کا کوئی ثانی نہیں، جو ایثار و قربانی کا مجسمہ ہے اور جواہر لال سچا جواہر سچا ہیرا ہے۔"

بہار